منبر اور مجلس کی زینت

مَقتَلُ الاِمامِ الحُسَین علیہ السلام

اور اسیران اہل حرم (ع)

مجالس خطیب اہل بیتؑ

شیخ عبدالزھراء الکعبی

مترجم

رضا علی عابدی اینگوتی

نام کتاب: مقتل امام حسینؑ اور اسیران اہل حرمؑ

خطیب: شیخ عبدالزہراء الکعبی

مترجم: مولانا رضا علی عابدی اینگوتی

تصحیح ونظر ثانی: مولانا نذر الحسنین محمدی

ناشر: سیّد حسن ظفر عسکری

پہلا ایڈیشن: اگست ۲۰۱۹ء

تعداد: ۱۰۰۰

ہدیہ: التماس سورۂ فاتحہ برائے

مرحوم سیّد حسن عسکری و مرحومہ زاہدہ عسکری

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان

باب اوّل

باب دوّم

مقدمہ

اس کائنات کے ہر فرد کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اچھی اور آئیڈیل زندگی گزارے لیکن آئیڈیل زندگی گزارنے کا سلیقہ وہ نہیں جانتا۔ یہ سلیقہ اسے بزرگوں کی سیرت سے ہی ملتا ہے اور اس سیرت کی پیروی کی وجہ سے وہ ایک کامیاب زندگی گزانے کے قابل بن جاتا ہے۔

ہم خوش قسمت ہیں جن کے پاس نمونۂ عمل کے لئے ایسی ہستیاں موجود ہیں جن کی سیرت کی پیروی ہمیں انسانی معراج کے کمال تک پہنچا دیتی ہے اور انسان اوجِ کمال کی منزل پر فائز ہو جاتا ہے۔ ختمی مرتبت حضرت رسول خداؐ و ران کے اہل بیتؑ کی پیروی انسان کو کامیابی کی منازل طے کرنے اور ترقی کے زینے چڑھنے میں مکمل مدد فراہم کرتی ہے۔ بس شرط یہی ہے کہ انسان مضبوطی کے ساتھ ان ہستیوں کا دامن تھامے رہے اور قرآن و اہل بیتؑ سے متمسک رہے۔

وہ انسان ہمیشہ ترقی کی منازل طے کرتا رہتا ہے جو کسی تحریک سے وابستہ رہتا ہے اور اس کے اغراض و مقاصد اور اہداف کو مدنظر رکھ کر اپنی زندگی کو بسر کرتا ہے اور خاص طور پر اگر وہ تحریک، الٰہی ہو تو انسان کی ناکامی کا کوئی امکان نہیں ہوتا بلکہ اس تحریک کے بدولت اسے بھی کمالات کی بلند ترین منزل حاصل ہو جاتی ہے۔ جو شخص اس تحریک سے کسی بھی طرح وابستہ ہو جاتا ہے، اس کی بدولت وہ بھی ابدی و سرمدی ہو جاتا ہے اور جب تک یہ تحریک رہتی ہے اس کا ذکر بھی باقی رہتا ہے۔

شیخ عبدالزہراء الکعبی بھی ان ہی ہستیوں میں سے ایک ہیں جو تحریک حسینی سے وابستہ رہے۔ اور فاطمہ زہراؑ کے لال کی سیرت اور مصائب ان کے چاہنے والوں

کے سامنے بیان کرتے رہے۔ گویا قدرت نے انہیں اسی کام کے لئے اس دنیا میں بھیجا تھا جس کا اظہار ان کی ولادت اور شہادت کے وقت سے ہوتا ہے۔ ان کی ولادت حضرت فاطمہ زہراؑ کی ولادت کے روز اور ان کی شہادت بھی حضرت فاطمہ زہراؑ کی شہادت کے روز ہوئی۔ یوں انہوں نے عبدالزہراء یعنی ''زہرا کا غلام'' نام رکھنے کا بھی حق ادا کر دیا اور زہراؑ کو ان کے لال کا پرسہ دیتے رہے اور یزید وقت صدام اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔

تحریک حسینی سے وابستہ ہونے کی برکت سے آج بھی عاشور اور اربعین کے دن ان کے بیان کئے گئے مجالس و مصائب حرم امام حسینؑ اور مختلف نشریاتی اداروں سے آڈیو کی صورت میں نشر ہوتے ہیں اور ان ہی مصائب کو کتاب کی شکل دی گئی ہے۔

عربی زبان کی وجہ سے برصغیر پاک و ہند کے مومنین اس کے استفادے سے محروم تھے اس لئے محترم سید حسن ظفر عسکری صاحب کی خواہش پر بندہ حقیر نے اس کا ترجمہ کیا۔ اگرچہ درمیان میں محلی عربی کے اشعار کی وجہ سے بہت دقت پیش آئی لیکن اللہ کے فضل و کرم سے یہ مرحلہ پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ اس عظیم خدمت کے لئے محترم حسن ظفر عسکری صاحب کی نظر انتخاب بندہ حقیر پر ٹھہرنے پر میں ان کا شکرگزار ہوں اور بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ پروردگار عالم انہیں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے اور دین اسلام اور مکتب اہل بیتؑ کی مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام الاحقر

رضا علی عابدی اینگوتی

عرض ناشر

پروردگار عالم کا احسان عظیم ہے کہ وہ اپنے ناتواں بندوں پر کرم کرتا ہے اور انہیں ایسے کاموں کی توفیق عطا کر کے انہیں اجر کا مستحق قرار دیتا ہے جس کی توقع وہ نہیں رکھتے۔ یہ اسی کی کرم نوازی ہے کہ وہ ناتواں اور بے بس بندوں سے وہ کام لے لیتا ہے جو صرف صاحبانِ علم اور وسائل کے حامل افراد سے متوقع ہوتا ہے۔

زیر نظر کتاب روز عاشور اور اربعین کے مصائب اور کوفہ وشام میں اہل حرم پر ڈھائے گئے مظالم کے بیان پر مشتمل ہے۔ کتاب ان بیانات کا مجموعہ ہے جنہیں خادم در اہل بیتؑ شیخ عبدالزہراء الکعبی نے روز عاشور اور اربعین بیان کئے۔ اب بھی ان ایام میں شہید عبدالزہراء الکعبی کی آواز میں یہ مصائب نشریاتی ذرائع سے نشر کئے جاتے ہیں۔ پروردگار عالم نے انہیں یہ صلاحیت عطا فرمائی تھی کہ وہ مصائب اس انداز میں بیان کرتے تھے کہ گویا واقعہ کربلا کے وقت وہ وہاں موجود تھے اور تمام واقعات ان کی نگاہوں کے سامنے پیش آئے۔ یقیناً حضرت فاطمہ زہراؑ کی جانب سے اس خطیب اہل بیتؑ کے حق میں یہ خاص عطا تھی اور ذکر سید الشہداء کی بدولت اللہ نے انہیں اس اعزاز اور مقام ومنزلت سے نوازا۔ اور خاندان اہل بیتؑ سے عقیدت اور محبت کا نتیجہ ہے کہ آج تک ان کی آواز زندہ ہے اور ان کے بیان کردہ مصائب آج بھی کربلا کو مجسم کر کے پیش کرتے ہیں۔

روز عاشور صبح 7:30 بجے سے ظہر سے کچھ پہلے تک حرم امام حسینؑ میں اس

کتاب سے مصائب بیان کئے جاتے ہیں۔ اور دوران مصائب جو شخص جہاں ہوتا ہے وہ وہیں بیٹھ جاتا ہے اور ہر طرف خاموشی چھائی ہوتی ہے اور صرف خطیب کے مصائب پڑھنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔

ایک بندۂ مومن نے جب عاشور کے روز ان مصائب کو اس کتاب سے بیان کرتے ہوئے دیکھا تو حرم امام حسینؑ کے دفتر گئے اور خدام سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا۔ خدام نے کہا کہ اس وقت یہ واحد کتاب بچی ہے جس سے ابھی مصائب بیان کئے گئے ہیں، ان شاء اللہ بہت جلد دوبارہ پرنٹ کر کے مومنین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ انہوں نے خدام سے درخواست کی کہ یہ کتاب مجھے عنایت فرمائیں تاکہ اس کا اُردو ترجمہ کر کے کربلا کے اصل مصائب مومنین تک بغیر کسی اجرت کے پہنچا سکیں اور مصائب کربلا کی نشر واشاعت ہو۔ حرم امام حسینؑ کی انتظامیہ نے ان کے جذبے کو سراہتے ہوئے یہ کتاب انہیں عنایت کر دی۔ میں شکر گزار ہوں ان کا کہ انہوں نے یہ کتاب لا کر میرے حوالے کر دی کہ آپ اس کا اُردو ترجمہ کروا کے مومنین تک پہنچائیں۔ پروردگار عالم ان کے اخلاص کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے کہ انہوں نے مجھے اپنا نام لکھنے سے بھی منع کر دیا۔ اللہ انہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

یہ میرے لئے فخر کی بات ہے کہ پروردگار عالم اور امام عالی مقامؑ نے اس کام کے لئے مجھ حقیر کو منتخب کیا۔ اس کے بعد اس کا ترجمہ کرانے کا مرحلہ بڑا دشوار تھا کیونکہ عربی کے ہر لفظ کو جانچنا اور ان مصائب کی روح کو محسوس کرتے ہوئے ترجمہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اور یہ ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ میں شکر گزار ہوں پروردگار عالم کا، حضرت فاطمہ زہراؑ کا، سید الشہداء کا کہ انہوں نے مولانا رضا علی صاحب کا نام میرے

ذہن میں ڈال دیا اور میں نے اس کتاب کے ترجمے کے لئے ان سے درخواست کی۔ انہوں نے نہایت محنت، لگن اور جانفشانی سے اس مرحلے کو بحسن وخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچایا جس کے لئے میں تہہ دل سے بارگاہِ الٰہی میں مولانا رضا علی اوران کے خانوادے کے لئے دعا گوہوں کہ پروردگار عالم انہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

میں شکر گزار ہوں مولانا نذر الحسنین محمدی صاحب کا کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس پر نظر ثانی ڈالی، پروردگار عالم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں اس کاوش کو بارگاہ سید الشہداء میں ہدیہ کرتا ہوں کہ اللہ اس کو میرے والدین کے لئے نجات کا ذریعہ اوران کے لئے ایصال ثواب کا سبب قرار دے اور میرے مرحوم والد سید حسن عسکری اور مرحومہ والدہ زاہدہ عسکری کی روح کی خوشنودی کا ذریعہ قرار دے۔ پروردگار عالم اس کا ثواب میرے والدین، دیگر مرحومین سید مبارک حسین، رضیہ بیگم، آقای قاضی عبداللہ عنایتی، شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری اور میرے خاندان کے تمام مرحومین کو عطا فرمائے اور پروردگار عالم اس کتاب کے صدقے ان تمام مرحومین کو شفاعت امام حسینؑ نصیب فرمائے اوراس کتاب کو میرے، میری اولاد اور گھر والوں کی نجات کا ذریعہ قرار دے۔

تمام مومنین سے درخواست ہے کہ یہ کتاب جس گھر میں بھی پہنچے وہ ضرور اپنی مجالس اور مصائب میں اس کتاب سے استفادہ کریں اور میرے مرحوم والدین اور دیگر مومنین کے لئے سورۂ فاتحہ کی تلاوت فرمائیں۔

دُعا گو

سید حسن ظفر عسکری

تقریظ

از: مولانا نذر الحسنین محمدی دامت برکاتہٗ

سانحۂ کربلا اور اسیران اہل حرم کے طویل سفر پر مشتمل واقعات و مصائب کے تذکرے کو عربی زبان میں ''مقتل'' کا نام دیا گیا ہے اور ان کے اردو ترجمے بھی کئے جاتے رہے ہیں جو صاحبانِ منبر و ذاکرینِ امام حسینؑ کے زیر مطالعہ آتے رہتے ہیں، ان کا مقام و مرتبہ اپنی جگہ مسلّم، مگر زیر نظر کتاب ''مقتل الحسین و مسیر السبایا'' کی خصوصیت و اہمیت اور اِس کا امتیاز یہ ہے کہ یہ کتاب ایک ایسے اہلِ منبر ذاکرِ امام حسینؑ جو مستند عالمِ دین بھی تھے یعنی ''حضرت عبدالزہراء الکعبی مرحوم'' کے بیان کردہ مصائب اور حُزنیہ اشعار پر مشتمل ہے جو کربلائے معلٰی میں روضۂ امام حسینؑ کے منبر سے روزِ عاشور خصوصاً اور ایامِ عزاء میں مختلف مجالس اور نشریات میں عموماً بیان کئے جاتے ہیں اور شدید گریہ و بکا کا سبب بنتے ہیں۔

قارئین کرام! چونکہ اصل کتاب عربی زبان پر اور اس میں درج اشعار عراقی علاقائی عربی لہجوں پر محیط و مشتمل ہیں اس وجہ سے ایک مستند ''مقتل'' کے ذکرِ مصائب کو سننے کے اجر و ثواب اور استفادے سے اردو سمجھنے والے سامعین اور اہل منبر حضرات محروم رہے مگر اب ان کی یہ محرومی ان شاء اللہ ختم ہوئی!

مجھے اصل عربی متنِ کتاب اور حجۃ الاسلام مولانا رضا علی عابدی اینگوتی صاحب قبلہ کا کیا ہوا اُردو ترجمہ دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ عربی زبان کی وسعت کا اردو زبان کی تنگ دامنی سے کوئی تقابل ہی نہیں اور ایک زبان کو دوسری زبان کے قالب میں ڈھالنے کے لئے دونوں زبانوں کے محاورے، ضرب الامثال اور روز مرّہ استعمال ہونے والے الفاظ پر مکمل گرفت لازمی وضروری ہے اور مقرّر وخطیب کی بات کو عام قاری کے دل ودماغ تک آسانی سے منتقل کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے اور اگر کلام یا تقریر فصیح وبلیغ ہو تو ترجمہ کرنا دشوار تر ہو جاتا ہے۔

بہر حال حضرت رضا علی عابدی قبلہ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ وہ ان دشوار ومشکل مراحل سے اتنی آسانی سے گزرے ہیں کہ ترجمے پر اصل کا گماں ہوتا ہے۔آپ نے بھاری بھر کم ثقیل الفاظ کے بجائے سلیس اور سادہ الفاظ کا چناؤ کیا جس کی وجہ سے اندازِ بیاں عام قاری اور سامع کی بصارت وسماعت کے لئے بھلا، خوب صورت اور خوب سیرت ہو گیا۔

اس گوہر نایاب کو مومنین کی خدمت میں اُردو ترجمے کے ساتھ پیش کرنے پر محترم سید حسن ظفر عسکری صاحب اور عزیز ومحترم مولانا رضا علی عابدی اینگوتی صاحب کے لئے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء واسیرانِ کربلا کے صدقے میں ان دونوں حضرات کی توفیقاتِ خیر میں مزید اضافہ فرمائے اور اُنھیں اس طرح کے مزید کام کرنے کا موقع ملے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔۔۔!

طالبِ دعا:

نذر الحسنین محمدی اعتماد العلماء سلطان الافاضل، فاضل وایم اے عربی

امام حسینؑ کی جاودانی تحریک

امام حسینؑ نے فرمایا: اَنَا قَتِیۡلُ الۡعَبۡرَۃِ لَا یَذۡکُرُنِیۡ مُؤۡمِنٌ اِلَّا اسۡتَعۡبَرَ،
میں وہ شہید ہوں جسے رلا رلا کر مارا گیا ہے، کوئی بھی مومن مجھے یاد نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کی آنکھوں سے اشک غم جاری ہوتے ہیں۔

امابعد! امام حسینؑ کی تحریک ایک ہمیشہ اور دائمی تحریک کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ اتنا لمبا عرصہ اور مدت گزر جانے کے باوجود آج تک فراموش نہیں کی جاسکی اور امام حسینؑ کی اس تحریک کو موت نہیں آئی بلکہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس تحریک میں تازگی پیدا ہو رہی ہے اور مرور ایام اسے فرسودگی اور قدامت سے دُچار نہیں کرسکا۔ بقول شاعر

کَذَبَ الۡمَوۡتُ فَالۡحُسَیۡنُ مُخَلَّدٌ   کُلَّمَا اَخۡلَقَ الزَّمَانُ تَجَدَّدَ

موت غلط ثابت ہوگئی اور حسینؑ دائمی ہو گئے، زمانہ جتنا پرانا ہوتا گیا امام حسینؑ اتنے ہی نئے ہوتے گئے۔

امام حسینؑ کی تحریک اپنی قوت، واقعات اور مصائب کی قوت، جوانمردی، ثابت قدمی اور اس عظیم واقعے میں موجود بعض دیگر اسباب وعناصر کی وجہ سے بذات خود جاودانی ہوگئی ہے۔

امام حسینؑ کی اس ابدی اور جاودانی تحریک کے کچھ اسباب اور ظاہری علل بھی یقیناً ہیں جنہوں نے اس زندہ وجاوید تحریک کو اس کیفیت میں آج تک اور قیامت تک کے لئے ''زندہ وجاوید'' بنادیا ہے۔

اس متبرک تحریک کے زندہ و جاوید ہونے کے بعض اسباب آپ کے سامنے رکھتے ہیں:

۱۔ امام حسینؑ کی تحریک کا ہدف:

جب بھی کسی تحریک کا ہدف اور انسان کی جانب سے انجام پانے والے ہر عمل کا مقصد پروردگار عالم کی ذات ہو تو وہ تحریک نشو ونما پاتی ہے اور ترقی کی منازل طے کرتی ہے۔ اس کے سامنے کوئی ایسی چیز ٹھہر نہیں سکتی جو اس کا راستہ روک سکے۔ جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے: "مَا كَانَ لِلّٰهِ يَنْمُوْ"، جو چیز خداوند عالم کے لئے ہوتی ہے اس میں نشو ونما پائی جاتی ہے۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۸۹)

اور اگر ہدف اللہ کے علاوہ کچھ دوسری چیز ہو تو وہ تحریک کبھی نشو نما نہیں پاتی اور وہ رُو بہ زوال ہو جاتی ہے، اس کے اثرات ختم اور اس کی تعلیمات فراموشی و نسیاں کا شکار ہو جاتی ہیں۔

امام حسینؑ کی تحریک کا ہدف پروردگار عالم کی ذات تھی کیونکہ آپؑ نے مدینے سے نکلنے سے پہلے اپنی تحریک کے ہدف کا اعلان کر دیا تھا کہ "اِنِّيْ لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا وَّلَا بَطِرًا وَّ لَا مُفْسِدًا وَّ لَا ظَالِمًا اِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلِبِ الْاِصْلَاحِ فِيْ اُمَّةِ جَدِّيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُرِيْدُ اَنْ اٰمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ، میں نے نہ ہی خود خواہی اور خود پسندی کی وجہ سے خروج کیا اور نہ ہی میرا قیام ظالمانہ و مفسدانہ ہے بلکہ میں صرف اور صرف اپنے نانا رسولِ خداؐ کی امت کی اصلاح کے لیے باہر نکلا ہوں، میرا ارادہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

پس امام حسینؑ کی تحریک کا مقصد رسول خداؐ کی امت کی اصلاح اور قرآنی

احکامات کو دوبارہ زندہ کرنا تھا۔

پس جب دین اسلام ابدی اور قرآن مجید دائمی ہے کیونکہ پروردگار عالم نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے ''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ، ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' تو پس امام حسینؑ کی تحریک بھی ہمیشہ باقی رہنے والی اور دائمی ہے اور دین اسلام اور قرآن مجید کی طرح قیامت تک محفوظ رہنے والی ہے۔

۲۔ تحریک کی قیادت اور اس کی شخصیت:

دنیا میں کوئی بھی انقلاب یا تحریک اپنے اندر ان معنویات کو لئے ہوئے ہوتی ہے جو اس کی قیادت میں موجود ہوتی ہیں۔ اگر قائد و رہبر اپنی شجاعت، جوانمردی، ناقابل شکست ہونے کی صلاحیت، پاکیزگی، اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ نسب میں معروف ہو تو اس کی تحریک بھی انہی صفات کی حامل ہوگی۔

لیکن اگر قائد کے اندر اس کے برعکس صفات موجود ہوں تو اس کی تحریک مضمحل ہو جائے اور اس کا کوئی نام نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔

پس حسینؑ ابن علیؑ اپنے اندر ان تمام صفات حمیدہ کو سموئے ہوئے ہیں خواہ وہ شجاعت و جوانمری ہو، شکست ناپذیری و پاکیزگی ہو یا بلند اخلاق اور نسب کی پاکیزگی ہو۔ یہ تمام صفات ان کی عصمت سے جلوہ افروز ہیں۔

۳۔ امام حسینؑ کی قبر کی زیارت:

کسی بھی قبر کی زیارت صاحب قبر کی عظمت کو بیان کرتی ہے اور اس کے جاودانی ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔ معصومینؑ نے اکثر احادیث میں امام حسینؑ کی قبر

کی زیارت کی بہت زیادہ تاکید کی ہے۔

ہم ہر شب جمعہ آپ امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کی تاکید دیکھتے ہیں، اسی طرح اول رجب اور نصف رجب میں، اور نصف شعبان میں بھی یہ تاکید بہت زیادہ نظر آتی ہے جو حضرت امام زمانہؑ کی ولادت سے تعلق رکھتی ہے۔

اور شبہائے قدر میں بھی زیارت امام حسینؑ کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے جو قرآن مجید کے نزول اور امیر المومنینؑ کی شہادت سے تعلق رکھتی ہیں۔

اور شب عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں بھی زیارت امام حسینؑ کی تاکید کی گئی ہے جو خوشی اور سرور کی راتیں ہیں اور یہ دن لوگوں کے لئے عید کا درجہ رکھتے ہیں۔

اور عرفہ کے دن، محرم کی دسویں یعنی عاشور کے دن اور اربعین کے دن زیارت امام حسینؑ کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ ان ایام میں امام حسینؑ کی زیارت کے لئے لوگ ہر طرف سے کربلا کی طرف امڈ آتے ہیں اور ان زیارات کو غمگین وحزین کلمات کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ ان زیارات ہی کی وجہ سے واقعہ کربلا ابدی اور دائمی ہو گیا ہے۔

۴۔ شعر اور شعرا:

کسی بھی واقعے یا حادثے کو یادگار بنانے میں شعرا کا ایک خاص کردار ہوتا ہے۔ اشعار لوگوں کے دلوں اور ان کے ذوق میں ایک خاص اثر پیدا کرتے ہیں۔ اور لوگ کربلا کے واقعات اور اس کے تخیل کے حوالے سے ان اشعار کے کلمات سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

شعرا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اشعار میں واقعے کو اس کی اصلی حالت میں بیان کریں یا ان کو اپنے خیال و فکر کے لحاظ سے درست بیان کریں اور انہیں شعر و ادب کے ذوق کے لحاظ سے سانچے میں ڈھالیں یا وہ اپنے اشعار کو کسی بھی شخصیت کے لحاظ سے زبان حال میں بیان کریں۔

ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ بعض لوگوں کا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔ ائمہ معصومینؑ کے حضور شاعروں نے واقعہ کربلا کو اصل واقعات اور اپنے تخیل دونوں طریقوں سے اپنے اشعار کے ذریعے بیان کیا ہے۔

دعبل خزاعی نے امام رضاؑ کے حضور اپنے معروف قصیدے میں یوں بیان کیا ہے:

أَفَاطِمُ لَوْ خِلْتِ الْحُسَيْنَ مُجَدَّلًا وَقَدْ مَاتَ عَطْشَانًا بِشَطِّ فُرَاتِ

اِذًا لَلَطَمْتِ الْخَدَّ فَاطِمُ عِنْدَهُ وَاَجْرَيْتِ دَمْعَ الْعَيْنِ فِي الْوَجَنَاتِ

اگر فاطمہ زہراؑ اپنے حسینؑ کو زمین پر پڑا دیکھ لیں جسے فرات کے کنارے پیاسا شہید کر دیا گیا۔ تو اس وقت فاطمہؑ اپنا چہرہ پیٹنے لگیں گی اور ان کے رخساروں پر آنسو بہنے لگیں گے۔

ان اشعار پر امامؑ نے گریہ کیا۔

ائمہ معصومینؑ نے امام حسینؑ کے مصائب پر اشعار کی تاکید کی ہے اور اس کے لئے وہ اپنا مال بھی خرچ کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔

۵۔ اس واقعے میں جوانوں کی شرکت:

واقعہ کربلا میں موجود لوگوں میں سے اکثریت جوانوں کی تھی کیونکہ

جوانوں میں جوش اور ولولہ ہوتا ہے اور جوان پر مصیبت و بلا ہر دل کو پگلا دیتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس سے ایک خاص سوزش پیدا ہوتی ہے۔

عرب میں یہ بات مشہور ہے کہ: عرب کسی جوان کے غم کے مقابلے میں کسی دوسرے کے غم پر گریہ نہیں کرتے۔

۶۔ شہادت اور قربانی کا استقبال کرنا:

واقعہ کربلا میں جتنے لوگ شریک تھے ان کی نگاہ میں موت کی کوئی حیثیت نہیں تھی، انہیں موت سے کوئی خوف نہیں تھا اور موت کی پرواہ نہ ہونا کربلا والوں کے خصوصی وامتیازی کردار سے واضح اور عیاں ہے۔

یہ جانباز تیر، تلوار اور نیزوں کے سامنے اپنے سینے پیش کرتے تھے۔ اور موت کا خوف نہ ہونا اس تحریک کے زندہ و جاوید ہونے کا سب سے مضبوط سبب ہے۔ کیونکہ اس کے لئے ہمت اور جوانمری کی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے یہ قربانی ہمیشہ قابل ذکر رہی ہے اور تمام لوگ ایسی قربانی پیش کرنے والوں کی قربانی کو یاد رکھتے ہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے ہٹ کر ایک بلند مقصد اور ہدف کے لئے ثابت قدم رہے اور انہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

۷۔ امام حسینؑ کے اہل بیتؑ:

اگر امام حسینؑ کے گھر والے اور ان کے اہل بیتؑ نہ ہوتے تو کربلا کے واقعات اور اس میں پیش آنے والے مصائب کا کوئی خاص اثر نہ ہوتا اور یہ عظیم سانحہ کربلا کی زمین اور عاشور کے دن ہی اپنی موت مر چکا ہوتا۔

لیکن جیسا کہ حسینؑ ابن علیؑ نے (عبداللہ ابن عباس کے مشورے ''کہ خواتین کو تو اپنے ساتھ نہ لے جائیں'' کے جواب میں) فرمایا: ''شَاءَ اللّٰهُ اَنۡ يَرَاهُنَّ سَبَايَا، اللہ کہ مشیت یہی ہے کہ وہ ان خواتین کو اسیر دیکھے''۔

اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے کا تقاضا یہ ہے کہ زینبؑ اور دوسری خواتین کربلا کی سرزمین پر آئیں تا کہ وہ یہاں پیش آنے والے واقعات، عظیم مصائب اور دشمنوں کی سنگ دلی کا خود مشاہدہ کریں۔

پھر ان کو کربلا سے کوفہ و شام کے راستے میں اپنے خطبات، احتجاجات اور دشمنوں اور جاہلوں سے کئے گئے مناظرات کے ذریعے لوگوں تک پہنچائیں۔

خاص طور پر امام سجادؑ، زینب کبریٰؑ، فاطمہؑ بنت حسینؑ اور ام کلثومؑ کوفہ و شام کے اپنے خطبات کے ذریعے کربلا کے ان پیغامات کو لوگوں تک پہنچائیں جو ان حضرات نے ابن زیاد، یزید اور لوگوں کے جم غفیر میں دیئے۔

۸۔ مجالس حسینؑ:

حسینیؑ تحریک کی جاودانی و آفاقیت میں مجالس کا بہت بڑا کردار رہا ہے کیونکہ یہ پورا سال ہوتی رہتی ہیں خصوصاً محرم اور صفر کے ایام میں۔

یہ مجالس وعظ و نصیحت پر مشتمل ہوتی ہیں اور لوگوں کو اسلام کی تعلیمات، احکام اور قرآن مجید کے مفاہیم کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اور انسان کو دینی و دنیوی ضروریات کے مطابق دوسرے علوم اور مفاہیم سے بھی آگاہ کرتی ہیں۔ اور یہی مجالس، تحریک حسینیؑ کے اہداف اور روز عاشور کے واقعات اور مصائب سے بھی آگاہی فراہم کرتی ہیں۔

اور یہ سارے پیغامات ایک نسل سے دوسری نسل تک ان مجالس کے ذریعے ہی منتقل ہوتی ہیں۔ پس تحریک حسینیؑ کے زندہ وجاوید ہونے کی ایک بڑی اور اہم وجہ مجالس ہیں۔

ائمہ معصومینؑ نے ایسی مجالس کے انعقاد کی بہت زیادہ تاکید کی ہے اور انہیں بہترین طریقے سے برپا کرنے کی ہدایت کی ہے۔

ان مجالس میں سے ایک، روز عاشوران واقعات اور مصائب کا بیان کرنا ہے جس میں عاشور کے روز پیش آنے والے تمام واقعات کو بیان کیا جائے۔

اسی طرح اربعین کے دن اسیران اہل حرم کے لئے راستے میں پیش آنے والے واقعات اور مظالم کو بیان کیا جائے۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد پیش آنے والے واقعات، اہل حرم کو اسیر کر کے کوفہ وشام لے جاتے وقت راستے میں پیش آنے والے مصائب اور ان ہستیوں کی جانب سے دیئے جانے والے خطبات اور لوگوں کو کی گئی وعظ ونصیحت ان مجالس میں بیان کیا جائے۔

خطیب توانا مرحوم شیخ عبدالزہراء الکعبی پہلے شخص تھے جنہوں نے اس انداز میں شہادت اور اسیران اہل حرم کے لئے راستے میں پیش آنے والے مصائب کو بیان کیا۔ اس کتاب میں ان کی حیات کے ذیل میں اس حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

یہ مختلف اسباب ہیں جنہوں نے تحریک اور انقلاب حسینیؑ کو جاودانی ودائمی بنا دیا۔ اس بابرکت تحریک کے کچھ دوسرے ابدی وسرمدی اثرات ہیں جنہیں ان شاء اللہ کسی دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

شیخ عبدالزہراء الکعبی کا مختصر تعارف

شیخ عبدالزہرا نے حضرت فاطمہ زہراؑ کی ولادت کے دن اس دنیا میں آنکھ کھولی اسی وجہ سے ان کا نام ''عبدالزہرا'' یعنی زہراؑ کا غلام رکھا گیا۔

اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی شب شہادت ۱۳۹۴ھ کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی شہادت کے دن ان کا تشییع جنازہ اور تدفین ہوئی۔

وقت کی پابندی کے حوالے سے آپ پہچانے جاتے تھے اور اسی وقت شناسی اور اس کی قدر شناسی کے ذریعے انہوں نے اپنی عمر کو علم حاصل کرنے، دوسروں کو تعلیم دینے اور اعمال خیر میں صرف کیا۔ اور مشہور ہے کہ آپ بہت کم سویا کرتے تھے۔

آپ ایسی شخصیت کے مالک تھے جو اپنی صفات کے ذریعے یہ ثابت کرتے تھے کہ وہ امام حسینؑ اور اہل بیت اطہارؑ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور سچے حسینیؑ ہیں اور ان کی محبت میں غرق رہنے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔

آپ ''عزاء طویرج'' کے جلوس میں شریک ہوتے تھے جو عاشور کے دن نکالا جاتا ہے۔ (کربلا سے ۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر طویریج کا شہر واقع ہے، دس محرم کو صبح کے وقت طویریج شہر کے تقریبا سب لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر کربلا کی طرف چل پڑتے ہیں اور ظہر سے پہلے پہلے کربلا کی حدود میں موجود قنطرۃ السلام کے علاقے میں جمع ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور پھر وہیں سب ظہرین کی نماز با جماعت ادا کرتے ہیں۔ کربلا کے رہنے والے اور دوسرے علاقوں سے تعلق رکھنے والے لاکھوں مومنین قنطرۃ

السلام کے مقام پر اہل طویریج کے ساتھ آ کر مل جاتے ہیں اور پھر نماز سے فارغ ہونے کے فوراً بعد ''عزاءطویرج'' کا یہ جلوس لبیک یا حسین.....لبیک یا حسین..... آہ حسین.....یا حسین.....اَبَدً وَاللہِ مَا نَنْسِیٰ حُسَیْنًا....کی صدائیں بلند کرتا ہوا خیام حسینی کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور پھر وہاں سے دوڑتے ہوئے حضرت امام حسینؑ کے روضہ مبارک میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے بعد دوڑتے ہوئے بین الحرمین سے ہوتا ہوا حضرت عباسؑ کے روضہ مبارک میں داخل ہو جاتا ہے)۔

آپ کا شمار عراق، خلیج اور دیگر اسلامی شہروں کے بڑے خطبا میں ہوتا تھا۔

آپ زہد وتقویٰ کے مالک تھے اور اپنی بساط حیات کو مختصر رکھتے تھے۔آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ خطابت کے ذریعے ملنے والا نذرانہ یا جو کچھ آپ کو مال دنیا میں سے ملتا تھا اسے فقیروں، مسکینوں اور یتیموں پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔

آپ تواضع میں بھی معروف تھے۔اپنے مومن بھائیوں، دیگر خطیبوں اور اولاد زہراؑ یعنی سادات کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔

نئے خطیبوں کی تربیت کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے۔

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ محافل ومجالس اور دیگر نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے امام حسینؑ اور اسیران اہل حرم کے مصائب کو بیان کرنے کے لئے اس خاص طریقے کو ایجاد کیا، جو بہترین روش اور اعلیٰ کیفیت کی حامل ہے۔آپ اپنی خوبصورت آواز اور پرسوز لہجے کے ساتھ یہ مصائب

بیان کرتے تھے جنہیں سننے کے لئے مومنین اشتیاق کے ساتھ کھنچے چلے آتے تھے۔

آپ نے مقتل کے بیان اور اسیران اہل حرم کے لئے راستے میں پیش آنے والے مصائب کو بیان کر کے اپنی آواز کو ہمیشہ کے لئے یادگار بنا دیا، یہاں تک کہ آج بھی عاشور اور اربعین کے دن آپ کی آواز میں مصائب کا بیان ریڈیو اور مختلف نشریاتی ذرائع کے ذریعے تمام شہروں میں نشر کیا جاتا ہے۔

لیکن جس غم اور حزن کے ساتھ آپ مصائب بیان کرتے تھے وہ آج تک کتاب کی صورت میں سامنے نہیں آیا۔ اور ہم نے اس بیان مقتل اور تذکرہ اسیران اہل حرمؑ کو ریڈیو پر نشر ہونے والے مصائب کے حساب سے بہترین الفاظ اور زبان ولغت کو مدنظر رکھتے ہوئے کتاب کی شکل دی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ تاریخ اور مصائب کے معتبر مصادر اور کتابوں کا بھی ہم نے حوالہ دیا ہے تاکہ بیان کئے جانے والے مصائب ہر لحاظ سے معتبر اور درست ہوں۔

باب اول

امام حسینؑ کے مصائب کا بیان

روزِ عاشور

روز عاشور کے واقعات

جب عاشور کی صبح ہوئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ساتھ باجماعت نماز صبح ادا کی۔ اس کے بعد آپؑ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔ اس کے بعد فرمایا:

''پروردگار عالم نے آج کے دن میرے اور تمہارے قتل ہونے کی اجازت دی ہے پس تمہارے لئے ضروری ہے کہ صبر سے کام لو اور جنگ کرو''۔

اس کے بعد جنگ کے لئے اپنے اصحاب کی صفیں درست کیں، جبکہ آپ کے اصحاب کی تعداد پیادے اور سوار ملا کر ۷۲ تھی۔ زہیر ابن قین کو ''میمنہ'' پر مقرر کیا۔

اور حبیب ابن مظاہر کو ''میسرہ'' پر اور لشکر کا علم اپنے بھائی حضرت عباس علمدارؑ کے حوالے کیا اور آپؑ اپنے اہل بیتؑ کے ساتھ قلب لشکر میں ٹھہرے۔

عمر ابن سعد بھی ''تیس ہزار'' کے لشکر کے ساتھ آپؑ کے سامنے آیا۔

عمر ابن سعد نے بھی اپنے لشکر کو آراستہ کیا اور عمرو ابن حجاج زبیدی کو ''میمنہ''، شمر ابن ذی الجوشن عامری کو ''میسرہ'' پر مقرر کیا۔ عزرہ ابن قیس احمسی کو ''سواروں'' اور شبث ابن ربعی کو ''پیادوں'' کا سردار مقرر کیا اور لشکر کا علم اپنے غلام ذوید کے حوالے کیا۔

اسی دوران دشمن اپنے گھوڑوں کو خیموں کے گرد دوڑانے لگے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ خیموں کی پشت پر خندق کھودی گئی ہے اور اس میں آگ بھڑک رہی ہے۔ شمر بلند آواز سے کہنے لگا:

''اے حسین! قیامت سے پہلے ہی آگ میں جلنے کے لئے جلدی کی ہے''۔

امام حسینؑ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ یہ شمرابن ذی الجوشن لگ رہا ہے۔

جواب ملا: جی، وہی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اے بھیڑیں چرانے والی عورت کے بیٹے! تو آگ میں جلنے کا زیادہ سزاوار ہے۔

مسلم ابن عوسجہ نے چاہا کہ اسے تیر سے نشانہ بنائے لیکن امام حسینؑ نے اسے روکا اور فرمایا: مجھے پسند نہیں ہے کہ جنگ کا آغاز میں کروں۔

جب امام حسینؑ نے دشمن کے لشکر کی طرف دیکھا کہ تو سیلاب کے مانند لگ رہا تھا۔ اس وقت آپؑ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے اور فرمایا:

پروردگار! تو ہر مصیبت میں میرا بھروسہ اور ہر مشکل میں میری امید ہے اور جو کچھ میرے لئے پیش آئے اس میں تو میرے اطمینان اور قوت کا باعث ہے۔ کتنی ایسی پریشانیاں ہیں جن میں دل ناتواں ہوجاتا ہے، چارۂ کار کم ہوجاتا ہے، دوست تنہا چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن طعنے دیتا ہے۔ ایسی پریشانیاں لے کر تیرے در پر آیا ہوں اور تیرے سامنے رکھی ہیں اور تجھ سے فریاد کی ہے۔ تیرے در پر اس لئے آیا ہوں کیونکہ تجھ سے رغبت اور انس ہے جبکہ تیرے علاوہ کسی سے کوئی رغبت نہیں ہے۔ پس تو اس مشکل کو دور کردے اور میرے لئے آسانی کا سامان مہیا کردے کیونکہ تو ہر نعمت کا مالک ہے اور تجھ پر ہی ہر رغبت وامید کی انتہا ہوتی ہے۔

پھر آپؑ نے اپنی سواری کا اونٹ منگوایا اور اس پر سوار ہوئے۔

اور بلند آواز سے تقریر کرنے لگے تا کہ سب سن سکیں:

اے لوگو! میری بات سنو اور جنگ میں جلدی نہ کرو تاکہ وعظ ونصیحت کے سلسلے میں تمہارے حق کو ادا کرسکوں اور وضاحت کروں کہ میں کیوں تمہاری طرف آیا ہوں۔ اگر تم میری بات کو سمجھ گئے اور تم نے میری بات قبول کر لی اور انصاف کا مظاہرہ کیا تو تم سعادت مند ہو جاؤ گے اور مجھ سے الجھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔

لیکن اگر تم میری بات قبول نہیں کرو گے اور انصاف سے کام نہیں لو گے تو تم لوگ اپنے سارے شرکاء اور سرداروں کو جمع کرو تاکہ کوئی بات تم پر مبہم نہ رہے۔ اس وقت میرے ساتھ جو مناسب سمجھو برتاؤ کرو اور مجھے مہلت نہ دو۔ میرا سرپرست ایسا خدا ہے جس نے قرآن نازل کیا ہے اور وہ صالح اور نیک لوگوں کا سرپرست ہے۔

جب خواتین نے یہ کلمات سنے تو رونے لگیں اور بلند آواز سے فریاد کرنے لگیں۔ آپؑ نے اپنے بھائی حضرت عباسؑ اور بیٹے حضرت علی اکبرؑ کو بھیجا اور فرمایا: انہیں خاموش کراؤ۔ قسم ہے کہ اس کے بعد وہ بہت گریہ کریں گی۔

جب خواتین خاموش ہوگئیں تو آپؑ نے پروردگار عالم کی حمد وثنا کی اور رسول خداؐ، اللہ کے ملائکہ اور تمام انبیاء پر ایسا درود وسلام بھیجا جو بھیجنے کا حق تھا اور آپؑ سے پہلے نہ آپ کے بعد کسی سخنور سے ایسا درود وسلام سنا ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور دنیا سے بچے رہو کیونکہ اگر دنیا کسی کے لئے ہمیشہ باقی رہتی یا کوئی دنیا میں ہمیشہ کے لئے رہتا تو اس دنیا میں رہنے کے لئے اللہ کے انبیاء زیادہ سزاوار تھے اور اللہ کی خوشنودی اور اس کی قضا پر راضی ہونے میں سب سے زیادہ ترجیح رکھتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو فنا ہونے کے لئے خلق کیا ہے۔ پس دنیا کی ہر نئی چیز پرانی، اس کی آسودگی ختم ہونے والی اور اس

کی خوشی غم واندوہ کی حامل ہوتی ہے اور دنیا، آخرت کی خاطر مسافر خانہ ہے اور دنیا کا یہ گھر اجڑ جانے والا ہے پس اپنے لئے زادِراہ جمع کرو کہ بہترین زادِراہ تقویٰ ہے اور اللہ سے ڈرو شاید تم کامیاب ہو جاؤ۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے دنیا کو خلق فرمایا اور اسے فنا اور زوال پذیر قرار دیا اور دنیا اپنے باشندوں کو ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلتی رہتی ہے۔ فریب خوردہ وہ شخص ہے جو دنیا سے دھوکہ کھائے اور بدبخت وہ شخص ہے جسے دنیا گمراہ کردے پس دنیا سے دھوکہ مت کھانا کیونکہ دنیا اپنی امید رکھنے والوں کو ناامید کرتی ہے اور جو اس کی طمع رکھتا ہے اسے محروم کردیتی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں نے ایک ایسی چیز پر اجماع و اتفاق کیا ہے جس کی وجہ سے پروردگار عالم تم پر غضبناک ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نظر کرم تم سے موڑ لی ہے اور اس نے تمہیں اپنے عذاب میں گرفتار کرلیا ہے اور اپنی رحمت کو تم سے دور کردیا ہے۔

پس ہمارا رب کتنا کریم اور اچھا ہے اور تم کتنے برے بندے ہو حالانکہ تم نے اس کی اطاعت کا اقرار کرلیا ہے اور اس کے پیغمبر محمدؐ پر ایمان لائے ہو۔

اور اب اُسی کے بیٹے اور خاندان پر حملہ کرنے آئے ہو تا کہ انہیں قتل کردو۔ اس میں شک نہیں کہ شیطان تم پر غالب آچکا ہے اور اس نے پروردگار عالم کی ذات کو فراموش کرادیا ہے۔ پس وائے ہو تم پر اور اس کام پر بھی جس کا تم نے ارادہ کیا ہے، بے شک ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جائیں گے (انا اللہ وانا الیہ راجعون)۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں پس ظالموں کا گروہ رحمت الٰہی سے دور ہو۔

اے لوگو! میری نسبت کو یاد کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں؟ اپنے ضمیر سے پوچھو اور اپنی سرزنش کرو اور سوچو کہ کیا مجھے قتل کرنا اور میری حرمت کو پامال کرنا تمہیں زیب دیتا ہے؟

کیا میں تمہارے نبیؐ کی دختر کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا میں ان کے وصی اور چچازاد بھائی کا بیٹا نہیں ہوں؟ جو سب سے پہلے اللہ پر ایمان لایا اور ہر اس چیز کی تصدیق کی جو اللہ کا رسول اپنے رب کے ہاں سے لے کر آیا تھا۔

کیا سید الشہداء حمزہؑ میرے والد کے چچا نہیں ہیں؟

کیا جعفر طیارؑ میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے وہ نہیں سنا جو رسول خداؐ نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ: یہ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں؟

جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اگر اس کی تصدیق کرتے ہو تو یہی حق ہے، خدا کی قسم! میں نے اُس وقت سے جان بوجھ کر کبھی جھوٹ نہیں بولا جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اللہ جھوٹ بولنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ لیکن اگر تم سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں نے بولا ہے وہ سچ نہیں ہے تو تمہارے درمیان کچھ لوگ اب بھی ایسے ہیں جن سے تم اس بارے میں پوچھ سکتے ہو وہ تمہیں آگاہ کر دیں گے!!

جابر ابن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری، سہل ابن سعد ساعدی، زید ابن ارقم اور انس ابن مالک سے پوچھو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے رسول خداؐ سے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں یہ بات سنی ہے۔ کیا رسول خداؐ کا یہ کلام بھی تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روکتا؟

شمر نے کہا: وہ خدا کی پرستش ایک حرف سے کرتا ہے (یعنی شک اور تردید کے ساتھ خدا کی عبادت کی ہے) اگر جان لے کہ کیا کہہ رہا ہے؟

حبیب ابن مظاہر نے اُس سے کہا: خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ تو سَتّر حروف کے ساتھ (یعنی سَتّر قسم کے شک اور تردید کے ساتھ) خدا کی پرستش کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو یہ سچ بول رہا ہے کہ تجھے معلوم ہی نہیں کہ حضرتؑ کیا فرما رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے۔

اس کے بعد امام حسینؑ نے فرمایا: اگر اس بات پر بھی تردید کا شکار ہو تو کیا اس بات پر بھی تمہیں شک ہے میں تمہارے نبی کی دختر کا فرزند ہوں؟ خدا کی قسم! مشرق اور مغرب اِس وقت میں میرے علاوہ کوئی اور رسول کی دختر کا فرزند نہیں ہے۔ وائے ہو تم پر! کیا میں نے تمہارے کسی آدمی کو قتل کیا ہے جس کے خون کا بدلہ چاہتے ہو؟ یا تمہارا کوئی مال چھینا ہے؟ یا کسی کو نقصان پہنچایا ہے جس کا قصاص چاہتے ہو؟ وہ خاموش ہو گئے اور انہوں نے امام حسینؑ سے دوبارہ کوئی بات نہیں کی۔

امام حسینؑ نے بلند آواز سے فرمایا: اے شبث ابن ربعی!، اے حجار ابن ابجر!، اے قیس ابن اشعث! اور اے زید ابن حارث! کیا تم نے مجھے خط میں نہیں لکھا تھا کہ:

ہماری طرف آیئے کہ میوے پک چکے ہیں اور باغ سرسبز ہو چکے ہیں۔ اگر آپ تشریف لائیں گے تو ایک لشکر آپ کے حکم کا منتظر ہے۔

انہوں نے کہا: ہم نے ایسا کچھ نہیں کیا!!!

آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ!!! کیوں نہیں...! خدا کی قسم! تم ایسا کر چکے ہو۔

اس کے بعد فرمایا: اے لوگو! اگر تم مجھے پسند نہیں کرتے تو اجازت دو کہ میں

واپس چلا جاؤں اور رُوئے زمین پر کسی پناہ گاہ میں پناہ لوں۔

اِس پر قیس ابن اشعث نے کہا:

کیا آپ اپنے چچازاد بھائیوں (بنی امیہ) کے حکم کے سامنے سرنہیں جھکانا چاہتے؟ کیونکہ وہ آپ کے لئے وہی چیز چاہیں گے جو آپ کی خواہش ہوگی اور ان کی طرف سے آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: کیا تم اپنے بھائی کے بھائی ہو؟ کیا تم پسند کرو گے کہ مسلم ابن عقیل کی اولاد کے علاوہ بنی ہاشم کا کوئی فرد بھی تم سے مزید کوئی مطالبہ کرے۔(یعنی تم اسی محمد ابن اشعث کے بھائی ہو جس نے مسلم ابن عقیل کو امان دی تھی لیکن ابن زیاد نے انہیں شہید کر دیا، کیا تم بھی مجھے مسلم کی طرح دھوکہ دینا چاہتے ہو کہ میں سرِ تسلیم خم کر دوں تا کہ تم مجھے ابن زیاد کے پاس لے جاؤ اور وہ مسلم کی طرح مجھے بھی قتل کر دے۔کیا تم چاہتے ہو کہ مسلم ابن عقیل کے خون کے بدلے کے ساتھ ساتھ بنی ہاشم تم سے میرے خون کے بدلے کا بھی مطالبہ کریں؟)

نہیں، خدا کی قسم! میں اپنے ہاتھ کو ذلیلوں کی طرح ان کے ہاتھ میں نہیں دوں گا اور نہ ہی غلاموں کی طرح راہِ فرار اختیار کروں گا۔

اے اللہ کے بندو! میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں کہ مجھ پر کوئی تہمت لگاؤ، میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس ظالم و سرکش سے جو روزِ قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ پھر آپؑ نے اپنے اونٹ کو نیچے بٹھایا اور عقبہ ابن سمعان کو حکم دیا کہ اونٹ کے زانو کو باندھ دے تو اُس نے باندھ دیا۔

☆ میں اس دن کو نہیں بھلا سکتا جس دن امام حسینؑ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا

جبکہ وہ لوگ ایسے خطبے کے مستحق نہیں تھے۔

☆ آپؑ فرما رہے تھے کہ کیا میں تمہارے نبی کی دختر کا فرزند اور مشکلات و حادثات میں تمہاری پناہ گاہ نہیں ہوں۔

☆ کیا میں نے پیغمبر خداؐ کے دین میں کوئی بدعت ایجاد کی ہے؟ یا ان کے لائے ہوئے احکام اور پیغام الٰہی میں کسی قسم کے شک کا اظہار کیا ہے۔

☆ کیا رسول خداؐ نے تمہیں ہماری پیروی اور ہم سے محبت کا حکم نہیں دیا ہے اور کیا انہوں نے قرآن اور اہل بیتؑ کو تمہارے پاس امانت نہیں رکھا ہے؟

☆ اگر قیامت پر اعتقاد نہیں رکھتے ہو تو کم از کم اپنے اجداد کی سنت پر پلٹ جاؤ اور اپنے اجداد کی طرح آزاد مرد رہو۔

☆ پس وہ لوگ حیران و پریشان لا جواب رہے اور ان کے پاس تیر اور نیزوں کے علاوہ کوئی جواب نہیں تھا۔

دشمن امام حسینؑ کی طرف تیزی سے بڑھنے لگا اور ان کے درمیان موجود عبداللہ ابن حوزہ تمیمی نے بلند آواز سے کہا: کیا حسینؑ تمہارے درمیان ہے؟

اس کی طرف سے اس جملے کی تین دفعہ تکرار کے بعد امام حسینؑ کے اصحاب نے جواب دیا:

حسینؑ یہ ہیں، ان سے کیا چاہتے ہو؟

عبداللہ ابن حوزہ نے کہا: اے حسین! تمہیں آگ کی بشارت ہو!!!

امام حسینؑ نے فرمایا: تم نے جھوٹ بولا بلکہ میں غفور و کریم پروردگار کی طرف جاؤں گا جو قابل اطاعت اور شفاعت کرنے والا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں ابن حوزہ ہوں۔

امام حسینؑ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے یہاں تک کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور فرمایا: پروردگار! اسے آگ تک پہنچا دے۔

ابن حوزہ کو غصہ آیا اور اپنے گھوڑے کو زبردستی اُس نہر کے دوسری طرف لے جانا چاہا جو اُس کے اور امام حسینؑ کے درمیان تھی۔ اتنے میں وہ گھوڑے سے گرا اور اس کا ایک پیر گھوڑے کی رکاب میں پھنس گیا۔ گھوڑا چاروں طرف چکر لگانے لگا جس کے نتیجے میں اس کا ایک پیر، ران سمیت کٹ گیا، جبکہ اس کا دوسرا پیر ابھی تک رکاب میں پھنسا ہوا تھا جس کی وجہ سے گھوڑا جس طرف جاتا تھا وہ وہاں موجود پتھروں اور جھاڑیوں سے ٹکراتا تھا اور آخر کار گھوڑے نے اسے اس خندق میں گرا دیا جہاں آگ شعلہ زن تھی اور وہ اُس میں جل کر واصل جہنم ہوا۔

مسروق ابن وائل حضرمی کہتا ہے: میں ان سواروں کی پہلی صف میں تھا جو حسین سے جنگ کرنے آئے تھے، کہ شاید میں حسین کا سر کاٹنے میں کامیاب ہو جاؤں اور ابن زیاد کے پاس کسی مقام و منزلت کا مستحق قرار پاؤں۔ جب میں نے دیکھا کہ ابن حوزہ پر کیا آفت ٹوٹ پڑی ہے تو مجھے پتہ چلا کہ پروردگار عالم کی بارگاہ میں اس خاندان کا بڑا احترام اور منزلت ہے۔ میں نے ان کو چھوڑ دیا اور ان سے کہا: میں ان سے جنگ نہیں کروں گا تا کہ آگ سے محفوظ رہوں۔

زہیر بن قین کا خطبہ:

اس کے بعد زہیر بن قین اسلحوں سے لیس ہو کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے جس کی دم پر بہت سارے بال تھے اور فرمایا: اے اہل کوفہ! میں تم کو خدا کے

عذاب سے ہوشیار کر رہا ہوں ! کیونکہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی کو نصیحت کرنا ایک اسلامی حق ہے اور جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار نہیں چلی ہے ہم لوگ ایک دوسرے کے بھائی اور ایک دین وملت کے پیروکار ہیں، لہٰذا ہماری جانب سے تم لوگ نصیحت کے اہل اور حقدار ہو، ہاں جب تلوار اٹھ جائے گی تو پھر یہ حق وحرمت خود بخود منقطع ہوجائے گا اور ہم ایک امت ہوں گے اور تم دوسری امت و گروہ ہوجاؤ گے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ خدا نے ہمیں اور تم لوگوں کو اپنے نبی محمدؐ کی ذریت کے ذریعے مورد آزمائش قرار دیا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ ہم اور تم ان کے سلسلے میں کیا کرتے ہیں، لہٰذا ہم تمہیں ان کی مدد ونصرت اور سرکش یزید اور عبیداللہ بن زیاد کو چھوڑ دینے کی دعوت دیتے ہیں، کیونکہ تم لوگ اِن دونوں سے اِن کے دورِ حکومت میں برائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں پاؤ گے۔ یہ دونوں تمہاری آنکھیں پھوڑتے رہیں گے، تمہارے ہاتھ اور پیر کاٹتے رہیں گے اور تمہارا مُثلہ کر کے کھجور کے درخت پر لٹکاتے رہیں گے اور تمہارے بزرگوں اور قاریان قرآن کو اسی طرح قتل کرتے رہیں گے جس طرح حجر بن عدی، ان کے اصحاب، ہانی بن عروہ اور ان جیسے دوسرے افراد کو قتل کیا ہے۔

اس پر ان لوگوں نے زہیر بن قین کو برا بھلا کہا اور عبیداللہ بن زیاد کی تعریف و تمجید کرنے لگے، اُس کے لئے دعائیں کیں اور بولے: خدا کی قسم! ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک تمہارے سالار اور جو لوگ اُن کے ہمراہ ہیں اُن کو قتل نہ کرلیں یا امیر عبیداللہ بن زیاد کی خدمت میں سرِ تسلیم خم کرا کے نہ بھیج دیں۔

زہیر بن قین نے ان لوگوں سے کہا: بندگان خدا! فرزند فاطمہ، ابن سمیہ سے

زیادہ مدد و نصرت کے سزاوار ہیں۔ اگر تم ان کی مدد کرنا نہیں چاہتے ہو تو میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں اور اس کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تم انہیں قتل نہ کرو، تم لوگ اس مرد بزرگوار اور یزید بن معاویہ کے درمیان سے ہٹ جاؤ؛ قسم ہے مجھے اپنی جان کی کہ یزید قتل حسین کے بغیر بھی تمہاری اطاعت سے راضی رہے گا۔

جب زہیر بن قین کی تقریر یہاں تک پہنچی تو شمر بن ذی الجوشن نے آپ کی طرف ایک تیر پھینکا اور بولا خاموش ہو جا! خدا تیری آواز کو خاموش کر دے، اپنی زیادہ گوئی سے تو نے ہمیں تھکا دیا ہے۔ اس جسارت پر زہیر ابن قین نے کہا: اے اپنی ایڑیوں پر مسلسل پیشاب کرنے والی کے بیٹے (عرب بدو ہونے کا کنایہ ہے کیونکہ جب پاؤں کی ایڑیاں پھٹنے لگتی تھیں تو یہ لوگ اس پر پیشاب کرتے تھے اور اسے علاج سمجھتے تھے) تُو تو جانور رہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تو کتاب خدا کی دو آیتوں سے بھی واقف ہوگا، قیامت کے دن ذلت و خواری اور دردناک عذاب کی تجھے بشارت ہو۔

یہ سن کر شمر نے کہا: خدا تجھے اور تیرے آقا کو ابھی موت دے دے گا۔

زہیر بن قین نے کہا کہ تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم! ان کے ساتھ موت میرے لئے تم لوگوں کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہنے سے بہتر ہے۔

پھر اپنا رخ دشمن کے لشکر کی طرف کر کے بلند آواز سے کہنے لگے:

بندگان خدا! یہ اجڈ، اکھڑ، خشک مغز اور اِس جیسے افراد تم کو تمہارے دین سے دھوکے میں نہ رکھیں۔ خدا کی قسم! وہ قوم محمدؐ کی شفاعت نہیں حاصل کر پائے گی جس نے ان کی ذریت اور اہل بیت کا خون بہایا ہے اور ان لوگوں کو قتل کیا ہے جو ان کی مدد و نصرت اور ان کے حریم کی پاسبانی کر رہے تھے۔

یہ وہ موقع تھا جب حسینی سپاہ کے ایک شخص نے زہیر کو آواز دے کر کہا: ابو عبداللہ فرما رہے ہیں کہ آجاؤ خدا کی قسم! اگر مومن آل فرعون نے اپنی قوم کو نصیحت کی تھی اور اپنی آخری کوشش ان کو بلانے میں صرف کر دی تھی تو تم نے بھی اس قوم کو نصیحت کر دی اور پیغام پہنچا دیا ہے۔ اگر نصیحت و تبلیغ ان کے لئے نفع بخش ہوتی تو یہ نصیحت ان کے لئے کافی ہے۔

بریر ابن خضیر نے امام حسینؑ اجازت طلب کی تا کہ اس قوم سے کچھ گفتگو کرے۔ امام حسینؑ نے اسے اجازت دے دی۔ بریر ایک بزرگ تھے، تابعین سے ان کا تعلق تھا اور قاریٔ قرآن تھے اور مسجد کوفہ کے مشہور قاریوں میں سے تھے اور ہمدانیوں کے ہاں ایک خاص قدر و منزلت اور شرف کے مالک تھے۔

بریر ان کے نزدیک جا کر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے:

بے شک اللہ نے محمدؐ کو بشارت دینے والا، ڈرانے والا، اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور نورانی چراغ بنا کر بھیجا۔ یہ فرات کا پانی جس تک سور اور کتوں کی رسائی ہے لیکن اس پانی اور فرزند رسول خداؐ کے درمیان رکاوٹ کھڑی کی گئی ہے۔ کیا یہی محمدؐ کا انعام ہے؟

انہوں نے کہا: بریر تم نے بہت زیادہ باتیں کر لیں اب ہمیں بخش دو۔ خدا کی قسم! حسین اسی طرح پیاسا رہے گا جس طرح اس سے پہلے پیاسے رہے۔

بریر نے کہا: اے لوگو! رسول خداؐ کا فرزند ارجمند تمہارے درمیان ہے، یہ رسول کی ذریت، ان کی عترت اور اہل حرم ہیں۔ تم کیا کہتے ہو اور کیا چاہتے ہو اور ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟

انہوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ انہیں امیر عبیداللہ ابن زیاد کے پاس لے جائیں تاکہ وہ ان کے بارے میں فیصلہ کریں۔

بریر نے کہا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ حسین وہیں پلٹ جائیں جہاں سے آئے تھے۔

وائے ہو تم پر اے کوفہ والو! کیا تم اپنے خطوط اور عہد و پیمان کو فراموش کر بیٹھے ہو؟ وہی عہد و پیمان جو تم نے ان کی فداکاری کے لئے باندھا تھا اور اس پر اللہ اور اپنے آپ کو گواہ بنا چکے تھے۔

اپنے پیغمبر کے اہل بیت کو دعوت دی اور ارادہ کر لیا کہ خود کو ان پر فدا کر دو گے؟ اور جیسے ہی وہ تمہارے پاس آ گئے انہیں ابن زیاد کے حوالے کرنا چاہتے ہو اور دریائے فرات اور ان کے درمیان حائل ہو گئے۔ اپنے رسول کے بعد ان کے اہل بیت کے ساتھ کتنا برا سلوک تم کر رہے ہو۔

تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ خدا تمہیں قیامت کے دن سیراب نہ کرے، تم کتنے برے لوگ ہو۔

دشمن کے کسی آدمی نے کہا: اے شخص! تم کیا کہہ رہے ہو ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔

بریر نے کہا: پروردگار عالم کا شکر ہے کہ اس نے تمہاری نسبت مجھے بصیرت سے نوازا۔ پروردگار! میں اس گروہ کے اعمال سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ میرے مالک! ان کی سختی کو ان ہی کے درمیان قرار دے یہاں تک کہ جب یہ تجھ سے ملاقات کریں تو تُو ان پر غضبناک ہو۔

انہوں نے بریر کی طرف تیراندازی شروع کردی اور بریر واپس آ گئے۔

اس کے بعد امام حسینؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور قرآن اٹھا کر اپنے سر پر رکھا اور دشمنوں کے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

اے قوم! میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا رسول خداؐ کی سنت فیصلہ کرے تو بہتر ہے۔

پھر اپنے بارے میں ان سے گواہی لی اور جو تبرکات آپ کے ساتھ تھے جن میں رسول خداؐ کی تلوار، اُن کا عمامہ اور زرہ کے بارے میں ان سے گواہی لی اور ان لوگوں نے اس کی تصدیق کی۔

اس وقت ان لوگوں سے پوچھا: کس لئے میرے قتل کے درپے ہو؟

انہوں نے کہا: اپنے امیر عبیداللہ ابن زیاد کی اطاعت کی خاطر۔

امام حسینؑ نے فرمایا: ہلاکت ہو تم پر اے لوگو! تم حیران و سرگردان تھے اور ہمیں اپنی مدد کے لئے بلا رہے تھے۔

جیسے ہی ہم تمہاری دادرسی کے لئے آئے جس تلوار کو تمہاری کھائی ہوئی قسموں کے حساب سے ہماری مدد کرنی چاہیے تھی وہی تلوار ہم پر کھینچی گئی۔ اور جس آگ کو ہم نے اپنے مشترکہ دشمن کے خلاف روشن کیا تھا وہی تم ہمارے دامن کو جلانے کے لئے لے آئے۔ آج دشمن کے فائدے اور دوستوں کے نقصان کے لئے جمع ہوئے ہو جبکہ دشمن تمہارے لئے کسی رسم عدالت کا قائل نہیں ہے اور نہ کوئی نئی امید تم نے ان سے باندھ رکھی ہے۔ وائے ہو تم پر، اس سے پہلے کہ ہماری حمایت میں تلوار نیام سے نکالو، یا اس سے پہلے کہ کسی پریشانی کا سامنا کرو یا کوئی محکم نظریہ قائم کرنے سے پہلے تم نے

ہمیں چھوڑ دیا اور ٹڈی کی طرح جلد بازی میں یہ کام کر بیٹھے اور پروانے کی طرح اس کام میں ہجوم لے آئے۔

ہلاکت ہو تمہارے لئے اے امت کے غلامو! اے گروہوں سے نکالے گئے! اے کتاب الٰہی کو ترک کرنے والے! اے احکام الٰہی کو تبدیل کرنے والے! اے گناہوں میں غرق جماعت! اے وہ لوگ جن کے ساتھ شیطان شامل ہو گیا! اے پیغمبرؐ کی ہدایت وسنت کے چراغ بجھانے والو!

وائے ہو تم پر، کیا تم ان کی مدد کر رہے ہو اور ہمیں نیچا دکھا رہے ہو؟ ہاں، خدا کی قسم! حیلہ گری تمہاری عادت ہے جو تمہاری جڑوں اور شاخوں سے لپٹی ہوئی ہے اور تمہاری شاخوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور تم لوگ اس درخت کے ناپاک ترین پھل ہو جو مالی کے لئے گلے کی ہڈی کے مانند ہے لیکن غاصب کے لئے مزیدار لقمہ۔

آگاہ رہو، اس حرامزادے ابن حرامزادے (ابن زیاد) نے مجھے موت اور ذلت کے دوراستوں میں سے ایک کے انتخاب پر لا کھڑا کیا ہے، اور یاد رکھو کہ ذلت ہم سے کوسوں دور ہیں۔

اللہ، اس کا رسولؐ، باایمان لوگ، وہ پاک و پاکیزہ گودیں جن میں ہم نے تربیت پائی ہے، صاحبان غیرت وحمیت اور جن لوگوں نے ظلم کے زیر سایہ جانا اور ذلت کو قبول نہ کیا ہو وہ، ہمیں اس فعل کی اجازت نہیں دیتے کہ ایک پست انسان کی اطاعت کو شرف وعزت والی موت پر ترجیح دیں۔

آگاہ رہو کہ میں اپنے خاندان کے ساتھ جب کہ ان کی تعداد کم ہے اور مددگاروں کی قلت کے باوجود تم سے جنگ کروں گا۔

پھر فروہ ابن مسیک مرادی کے چند اشعار بیان فرمائے:

☆ اگر دشمن کو ہم نے بھاگنے پر مجبور کر دیا تو یہ ہمارا پرانا شیوہ ہے، اور اگر شکست کھا گئے تو ہم نے شکست نہیں کھائی بلکہ جو حق کے مقابل آیا اس نے شکست کھائی۔

☆ جنگ میں خوف و ہراس ہماری شان نہیں اور ہمیں موت کی کوئی پرواہ نہیں ہے، مگر دوسروں کے لئے دولت وحکومت کا حصول ہمارے قتل کے بغیر ناممکن ہے۔

☆ ہم پر ملامت کرنے والوں سے کہو ہوش میں آ جائیں آج جس (موت) کا سامنا ہم کر رہے ہیں وہ بھی اس سے عنقریب ملاقات کریں گے۔

☆ جب موت کچھ لوگوں کے سر سے تاج اتار پھینکتی ہے تو پھر انہیں کسی دوسرے کے سر پر رکھ دیتی ہے۔

۞۞۞

خدا کی قسم! اس جرم کے ارتکاب کے بعد گھوڑے پر سوار ہونے کی مہلت سے زیادہ تمہیں وقت نہیں ملے گا، چکی کے سرگرداں پتھر اور اس کے درمیان موجود کیلی کی طرح اضطراب اور پریشانی میں رہو گے۔ یہ ایک عہد ہے جو میرے بابا نے مجھ تک پہنچایا ہے اور ان تک میرے نانا سے پہنچا ہے۔ تم جو مکر، حیلہ اور تدبیر کرنا چاہو کرلو اور اپنے شرکاء کو ساتھ ملالو اور مشورہ کرلو تا کہ تمہاری کوئی بات تمہارے اوپر مخفی نہ رہے، پھر جو چاہے کر گزرو اور مجھے کسی طرح کی مہلت نہ دو۔ میں اس اللہ پر توکل کرتا ہوں جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے، اور کوئی زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی اس کے قبضہ میں نہ ہو، میرے پروردگار کا راستہ بالکل سیدھا ہے۔

پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کئے اور فرمایا: پروردگارا! ان کے اوپر باران رحمت کو روک دے اور حضرت یوسفؑ کے زمانے جیسا قحط ان پر نازل فرما اور ثقیف کے جوان کو ان کے اوپر مسلط کر جو ان کو اذیت و آزار میں مبتلا کر دے جو ان سے ہم اہل بیتؑ اور ہمارے دوستوں پر کئے گئے مظالم کا بدلہ لے کیونکہ انہوں نے ہمیں جھٹلایا اور چھوڑ دیا ہے اور تو ہمارا پالنے والا ہے۔ ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع کیا ہے اور تیری ہی طرف ہماری بازگشت بھی ہوگی۔

خدا کی قسم! ان میں سے کوئی ایک بھی انتقام سے نہیں بچے گا، ہر قاتل کو قتل کی سزا ملے گی اور ہر ضرب لگانے والے پر ضرب لگے گی اور میرے، میرے اصحاب، اہل بیتؑ اور میرے پیروکاروں کا انتقام ضرور لیا جائے گا۔

امام حسینؑ نے عمر ابن سعد کو آواز دی۔ اگر چہ وہ ملنا نہیں چاہتا تھا لیکن پھر بھی آیا۔

آپؑ نے فرمایا: اے عمر! کیا تو مجھے اس لئے قتل کرنا چاہتا ہے کہ یہ حرامزادہ ابن حرامزادہ رے اور گرگان کی حکومت تیرے حوالے کر دے؟ خدا کی قسم! یہ حکومت تیرے لئے بالکل مناسب نہیں ہے، اور گویا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا سر کوفہ میں ایک نیزے پر نصب ہے اور چھوٹے بچے اس کا نشانہ لے کر پتھر مار رہے ہیں۔ عمر ابن سعد امام حسینؑ کی بات سے ناراض ہوگیا اور غصے میں آپ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

جب حر ابن یزید ریاحی نے امام حسینؑ کا کلام اور استغاثہ سنا تو عمر ابن سعد کی طرف رُخ کر کے کہا: کیا تو اس مرد سے جنگ کرنے والا ہے؟

عمر نے کہا: ہاں، خدا کی قسم! ایسی جنگ ہوگی جس کا سب سے آسان عمل سر کا دھڑ سے الگ کرنا اور ہاتھ کاٹنا ہوگا۔

حر نے کہا: انہوں نے جو مشورہ دیا ہے کیا اس پر عمل نہیں کرو گے؟

عمر نے کہا: اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں قبول کرتا لیکن تیرا امیر راضی نہیں ہوگا۔ حر، عمر ابن سعد کے پاس سے ہٹ گیا اور دوسرے لوگوں کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ قرہ ابن قیس اس کے برابر میں تھا۔ قرہ سے کہا: کیا آج اپنے گھوڑے کو پانی پلا چکے ہو؟

قرہ نے کہا: نہیں

حر نے کہا: کیا گھوڑے کو پانی پلانا چاہتے ہو؟

قرہ نے سوچا کہ حر جنگ سے جان چھڑانا چاہتا ہے اور اس کا ساتھ بھی پسند نہیں کر رہا۔ اس لئے قرہ اس سے دور ہو گیا۔ حر آہستہ آہستہ امام حسینؑ سے نزدیک ہوتا چلا گیا۔

مہاجر ابن اوس نے حر سے پوچھا: کیا حملہ کرنا چاہتے ہو؟ حر خاموش رہا اور اس کا بدن کانپنے لگا۔

مہاجر یہ حالت دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا اور حر سے کہنے لگا: اگر مجھ سے پوچھا جاتا کہ کوفہ کا سب سے دلیر آدمی کون ہے؟ تو میں تیرا نام لیتا۔ تمہاری یہ کیسی حالت ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟

حر نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو جنت اور جہنم کے درمیان حیران و سرگرداں دیکھ رہا ہوں اور خدا کی قسم! جنت کے علاوہ کسی دوسری چیز کا انتخاب نہیں کروں گا اگرچہ میں آگ میں جلایا جاؤں۔

اس وقت امام حسینؑ کی طرف گھوڑا دوڑایا جبکہ نیزہ اور ڈھال کو نیچے کیا ہوا تھا۔ سر شرم و حیا کی وجہ سے جھکا ہوا تھا کیونکہ اسی نے نبی کی آلؑ کو اس چٹیل بیابان

میں لاکر روکا تھا۔ حر نے آواز دی:

میرے اللہ! تیری طرف واپس آیا ہوں، مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما۔ میں تیرے دوستوں اور رسول کی آل کے دلوں میں خوف کا سبب بنا۔ اے ابو عبداللہ! میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں، کیا میری توبہ قبول ہوگی؟ امام حسینؑ نے جواب میں فرمایا: ہاں، اللہ تمہاری توبہ قبول کرے گا۔

امام حسینؑ کے جواب نے حر کو خوش کر دیا اور ابدی حیات اور دائمی نعمت پر یقین حاصل ہو گیا۔ پس حر نے امام حسینؑ سے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ جب میں کوفہ سے نکلا تھا تو مجھے غیب سے ایک ندا آئی: اے حر! تمہیں جنت کی بشارت ہو۔ پس میں نے خود سے کہا: وائے ہو حر پر جسے جنت کی بشارت دی جا رہی ہے جبکہ وہ دختر رسول خداؐ کے فرزند سے جنگ کرنے جا رہا ہے۔

امام حسینؑ نے اس سے فرمایا: تم نیکی اور جزا تک پہنچ گئے ہو۔

اس کے بعد حر نے امام حسینؑ سے کوفیوں سے بات کرنے کی اجازت مانگی اور آپؑ نے اسے اجازت دے دی۔

حر نے بلند آواز سے بولنا شروع کر دیا:

''اے اہل کوفہ! تمہاری مائیں تمہارے سوگ میں بیٹھیں اور تم پر گریہ کریں، اس مرد صالح کو تم نے اپنی طرف بلایا اور جب اس نے تمہاری دعوت کو منظور کر لیا اور تمہارے پاس آ گیا تو اب اس سے علیحدہ ہو کر اس کے دشمنوں سے جا ملے، اس پر سانس دشوار کر دیا ہے اور چاروں طرف سے اس کا محاصرہ کر لیا اور ایسا گھیرا کہ یہاں سے اللہ کی وسیع زمین یا کسی شہر کی طرف بھی تم جانے نہیں دیتے تا کہ وہ اور ان کی اہل

بیتؑ امان میں ہوں، گویا وہ تمہارے ہاتھوں میں اسیر ہو گئے ہیں اور ان کے پاس اپنے فائدے اور نقصان کا بھی اختیار نہیں ہے۔ جس فرات کے پانی کو یہود و نصاریٰ، کتے اور سور تک پیتے ہیں مگر (افسوس) اُن پر، اُن کی عورتوں، بچوں اور اُن کے ساتھیوں پر تم نے اُسی پانی کو بند کر دیا ہے اور ان کی ایسی حالت ہو گئی ہے کہ پیاس کی شدت نے انہیں بے ہوشی کے عالم تک پہنچا دیا ہے۔ حقیقت میں تم پیغمبر کے بعد اس کی اولاد کے لئے کیسی بری قوم ثابت ہوئے ہو۔ پروردگار عالم تمہیں پیاس کے دن (محشر کے دن) کبھی سیراب نہ کرے''۔

اتنے میں تیر اندازوں نے حر پر حملہ کر دیا اور وہ واپس آ گئے اور امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

امام حسینؑ نے اپنے اصحاب اور خاندان کے جوانوں کو جنگ کا آغاز کرنے سے منع کیا ہوا تھا۔ اسی لئے آپ کے اصحاب ہمیشہ دشمنوں کو وعظ و نصیحت کرتے نظر آتے تھے جبکہ دشمن ان پر تیر برساتے تھے۔ یا اگر ان میں سے کسی پر حملہ کیا جاتا تو وہ واپس پلٹتا تا کہ اپنے آقا اور امام ابوعبداللہ الحسینؑ کے حکم کی پیروی کی جا سکے۔ امام حسینؑ نہیں چاہتے تھے کہ وہ جنگ کا آغاز کریں۔

شمر نے بلند آواز سے کہا: میرے بھانجے کہاں ہیں؟ عباس اور اس کے بھائی کہاں ہیں؟ کسی نے بھی اس کی بات کو اہمیت نہیں دی۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اگر چہ فاسق ہے لیکن جواب دے دو۔

انہوں نے فرمایا: کیا ہوا اور کیا کام ہے؟

شمر نے کہا: میرے بھانجے! تم لوگ امان میں ہو، خود کو حسین کے ساتھ

ہلاکت میں نہ ڈالو اور امیر المومنین یزید کی اطاعت کرلو۔

حضرت عباسؑ نے شمر سے کہا: اللہ کی لعنت ہو تجھ پر اور اس امان نامے پر جو تو لایا ہے۔

کیا ہمیں امان دے رہے ہو جبکہ رسول خداؐ کے فرزند کو امان نہیں ہے؟ کیا ہم سے کہہ رہے ہو کہ ملعونوں اور ملعون زادوں کے سامنے اطاعت کے ساتھ سر جھکا دیں؟

عمر ابن سعد لشکر حسینی کے سامنے آیا اور ایک تیر امام حسینؑ کے سپاہیوں کی طرف پھینک کر کہنے لگا: امیر (عبید اللہ ابن زیاد) کے سامنے گواہی دینا کہ سب سے پہلے میں نے تیر پھینکا ہے، اس کے بعد دوسروں نے تیز اندازی کی۔

امام حسینؑ کے اصحاب میں سے کوئی ایسا نہیں بچا جسے کوئی تیر نہ لگا ہو۔

امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اللہ کی رحمت تم پر ہو، اٹھو اور اس موت کے لئے تیار ہو جاؤ جس سے بچنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ دشمن کے یہ تیر تمہاری طرف موت کے پیامبر ہیں۔

امام حسینؑ کے اصحاب نے ایک ساتھ حملہ کر دیا اور تھوڑی دیر جنگ کی۔ جنگ کی وجہ سے اٹھنے والا گرد و غبار بیٹھنے سے پہلے معلوم ہوا کہ امام حسینؑ کے تقریباً پچاس اصحاب جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔

☆ حریم اہل بیت کی حفاظت کی خاطر اپنا قرض ادا کر دیا اور انہیں ہلکی سی خراش بھی آنے نہ دی۔

☆ چمکتے ستاروں کی طرح زمین پر نقش ہو گئے اور خون ان کے سروں سے جاری ہونے لگا۔

☆ان میں سے بعض کے پہلو میں نیزے لگے اور بعض تیروں کا شکار ہو گئے۔

☆ اور بعض گھوڑے کی سموں سے پامال ہو گئے اور بعض تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

۞۞۞

زیاد کا غلام یسار اور عبید اللہ ابن زیاد کا غلام سالم میدان میں آئے اور کہنے لگے: ہمارا مقابلہ کون کرے گا؟

حبیب اور بریرا اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے لیکن امام حسینؑ نے انہیں جانے کی اجازت نہیں دی۔

اس وقت عبداللہ ابن عمیر کلبی کھڑا ہو جو بنی علیم سے تھا۔ اس کی کنیت ابو وہب تھی، جس کا قد بلند، بازو مضبوط اور شانے چوڑے تھے۔ وہ اپنی قوم کے سرداروں میں سے تھا، شجاع اور تجربہ کار تھا۔ امام حسینؑ نے اسے اجازت دے دی اور فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان دونوں کو قتل کرنے کے لئے کافی ہیں۔

ان دونوں نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے اپنا نسب بیان کیا۔

ان دونوں نے کہا: ہم تجھے نہیں جانتے۔ ہم سے مقابلہ کرنے زہیر، حبیب یا بریر آئے۔

عبداللہ نے یسار سے کہا جو اس کے قریب تھا: اے بدکار عورت کے بیٹے! کیا مجھ سے مقابلہ کرنے کا شوق ہے؟ پس عبداللہ نے تلوار سے یسار پر حملہ کر کے اس پر وار کیا۔ جب وہ یسار پر وار کر رہا تھا اسی وقت سالم نے عبداللہ پر حملہ کر دیا۔ اصحاب امامؑ

نے شور مچایا: غلام تمہاری طرف تیزی سے آرہا ہے لیکن عبداللہ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

سالم نے عبداللہ پر تلوار سے وار کیا اور عبداللہ نے بائیں ہاتھ سے تلوار کو پکڑ لیا جس کی وجہ سے اس کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اس کے بعد اس کی طرف مڑے اور اسے واصل جہنم کیا اور امام حسینؑ کی طرف بڑھے جب کہ رجز پڑھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: میں نے دونوں کو قتل کر دیا۔

اس کی بیوی ام وہب جو عبداللہ ابن نمر ابن قاسط کی بیٹی تھی خیمے کا ایک ستون لئے اس کی طرف جارہی تھی اور کہہ رہی تھی:

میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، اولاد رسول کے دفاع میں جنگ کرو۔ عبداللہ نے چاہا کہ وہ واپس خیمے میں چلی جائے لیکن اس نے عبداللہ کا دامن تھام لیا اور کہنے لگی: میں واپس نہیں جاؤں گی یہاں تک کہ میں بھی تمہارے ساتھ شہید نہ ہو جاؤں۔

امام حسینؑ نے اس خاتون سے فرمایا: اللہ تمہیں اہل بیت رسول کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے، خیمے میں واپس چلی جاؤ کیونکہ خواتین پر جنگ واجب نہیں ہے۔ اس پر وہ بہادر خاتون واپس چلی گئی۔

جب امام حسینؑ کے باقی ماندہ اصحاب نے دیکھا کہ ان کے اکثر ساتھی جام شہادت نوش کر چکے ہیں تو دو دو، تین تین اور چار چار کی ٹولیوں میں آتے تھے اور امام حسینؑ سے اذن جہاد طلب کرتے تھے تاکہ دشمنوں کو آپؑ سے اور آپ کے اہل بیتؑ سے دور کر سکیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو دشمن کی چالوں سے باخبر کرتا جاتا تھا۔

دو جابری جوان، سیف ابن حارث ابن سریع اور مالک ابن عبداللہ ابن سریع میدان میں آئے۔ یہ دونوں آپس میں چچازاد اور مادری بھائی تھے، وہ روتے ہوئے امام حسینؑ کی خدمت میں آئے۔

امامؑ نے پوچھا: گریہ کیوں کر رہے ہو؟ میں امید کرتا ہوں کہ تھوڑی دیر میں تمہاری آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔

ان دونوں نے عرض کیا: خدا ہمیں آپ پر قربان کر دے، ہم اپنے آپ پر گریہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہم آپ کی مظلومیت پر گریہ کر رہے ہیں۔ ہمیں نظر آ رہا ہے کہ دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر پا رہے ہیں۔

امامؑ نے انہیں دعائے خیر دی اور وہ امامؑ کے قریب لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

عروہ غفاری کے دونوں فرزند عبداللہ اور عبدالرحمن میدان میں آئے اور امام سے عرض کرنے لگے: دشمن نے ہمیں پیچھے دھکیلا اور آپ کے نزدیک آ گئے۔ انہوں نے جنگ کرنا شروع کی یہاں تک کہ جام شہادت نوش کر گئے۔

عمرو ابن خالد صیداوی، اس کا غلام سعد، جابر ابن حارث سلمانی اور مجمع ابن عبداللہ عائذی میدان میں گئے اور سب نے مل کر کوفیوں پر حملہ کر دیا اور جب دشمنوں کی صفوں میں داخل ہو گئے تو دشمن نے بھی ان پر حملہ کر دیا اور انہیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔

امام حسینؑ نے اپنے بھائی حضرت عباسؑ کو ان کی مدد کے لئے بھیجا اور عباسؑ نے اپنی تلوار کی طاقت سے انہیں بچالیا جبکہ وہ سب زخمی ہو چکے تھے۔ راستے میں دشمن ان کے نزدیک آیا، زخمی ہونے کے باوجود انہوں نے اپنی تلواروں سے جنگ کی یہاں تک کہ سب ایک ہی مقام پر شہید ہو گئے۔

جب امام حسینؑ نے اپنے شہید اصحاب کی طرف دیکھا تو اپنی داڑھی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

یہودیوں پر اللہ کا غضب اس وقت شدید ہوا جب انہوں نے اللہ کے لئے بیٹا قرار دیا اور عیسائیوں پر غضب الٰہی اس وقت شدید ہو گیا جب انہوں نے اللہ کو اپنا تیسرا خدا قرار دیا۔ اور مجوسیوں پر اس وقت غضبناک ہوا جب انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر سورج اور چاند کی پرستش شروع کر دی۔ اور اس وقت اللہ ایک گروہ پر سخت غضبناک ہو چکا ہے جو سب کے سب اپنے پیغمبر کی بیٹی کے فرزند کے قتل پر اتفاق کر چکے ہیں۔

خدا کی قسم! ان کی کسی خواہش کو قبول نہیں کروں گا یہاں تک کہ اپنے خون میں غلطاں ہو جاؤں اور پروردگار عالم سے اسی حالت میں ملاقات کروں۔

اس کے بعد فریاد بلند کی: کیا کوئی نہیں ہے جو ہمیں پناہ دے؟ کیا کوئی نہیں ہے جو رسول خداؐ کے حرم کا دفاع کرے؟ پس خواتین نے گریہ کرنا شروع کیا اور ان کی فریاد کی آوازیں بلند ہو گئیں۔

دو انصاری جوان سعد ابن حارث اور اس کا بھائی ابوالحتوف نے امام حسینؑ کے استغاثے، طلب نصرت اور ان کے اہل بیت کی نالہ وفریاد سن لی۔ وہ دونوں ابن سعد کی فوج میں تھے۔

ان دونوں نے اپنی تلواریں کھینچی اور امام حسینؑ کے دشمنوں سے جنگ کرنے لگے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کر گئے۔

امام حسینؑ کے اصحاب کی تعداد کم ہوگئی اور ان میں کمزوری نظر آنے لگی، ایک کے بعد دوسرا اصحابی میدان میں جاتا اور بہت سے کوفیوں کو واصل جہنم کرتا۔

عمرو ابن حجاج نے اپنے ساتھیوں سے چیخ کر کہا: کیا تم جانتے ہو کہ کن لوگوں سے جنگ کر رہے ہو؟ تم لوگ کوفہ کے شہ سواروں اور صاحب بصیرت لوگوں سے جنگ کر رہے ہو، جنہوں نے اپنی جان ہتھیلیوں پر رکھی ہوئی ہے اور وہ مرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ان کی تعداد کم ہونے کے باوجود کوئی اکیلا ان سے جنگ کرنے نہ نکلے ورنہ مارا جائے گا۔خدا کی قسم! جب تک پتھروں سے ان پر حملہ نہ کردو تم انہیں مار نہیں سکتے۔

عمر ابن سعد نے کہا: تم نے بالکل درست بات کہی ہے۔عمر ابن سعد نے کچھ لوگوں کو بھیج کر اپنی فوج سے کہلوایا کہ کوئی بھی اکیلا جنگ کرنے نہ نکلے، اگر اکیلے جنگ کرنے نکلو گے تو تم شکست کھاؤ گے۔

پس عمرو ابن حجاج نے امام حسینؑ کے لشکر کے دائیں طرف حملہ کر دیا۔امامؑ کے اصحاب اس کے حملے کے سامنے ڈٹ گئے، گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ گئے اور اپنے نیزے ان کی طرف سیدھے کر دیئے۔جس کی وجہ سے گھوڑے آگے نہیں بڑھے اور جب گھوڑے واپس مڑنے لگے تو امام حسینؑ کے اصحاب نے تیروں سے ان پر حملہ کر دیا۔ان میں سے بعض زمین پر گر گئے اور دوسرے بعض زخمی ہو گئے۔

عمرو ابن حجاج اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ: جو دین سے خارج ہو گئے ہیں اور جنہوں نے مسلمانوں کی جماعت کو ترک کر دیا ہے ان کے ساتھ جنگ کرو۔

امام حسینؑ نے بلند آواز سے فرمایا: اے عمرو! تم پر وائے ہو، کیا لوگوں کو میرے خلاف اکسار رہے ہو؟ کیا ہم دین سے خارج ہو گئے ہیں اور تو اس دین پر باقی ہے؟ جب روح ہمارے بدن سے نکل جائے گی تو سمجھ جاؤ گے کہ کون جہنم کی آگ میں جلنے کا سزاوار ہے۔

پھر عمرو ابن حجاج نے فرات کی طرف سے امام حسینؑ کے اصحاب پر حملہ کر دیا۔ تھوڑی دیر دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں مسلم ابن عوسجہ جنگ کر رہے تھے، مسلم ابن عبداللہ ضبابی اور عبداللہ بجلی نے ان پر حملہ کر دیا۔ شدت کے ساتھ تلواروں کی جنگ ہونے کی وجہ سے گرد و غبار بلند ہوئی اور جب گرد و غبار کچھ چھٹ گئی تو دیکھا کہ مسلم زمین پر پڑے ہیں جبکہ وہ ابھی زندہ ہیں۔

امام حسینؑ حبیب ابن مظاہر کے ہمراہ ان کی طرف گئے۔

امام حسینؑ نے مسلم سے فرمایا: اے مسلم! خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے (اور اس آیہ مجیدہ کی تلاوت فرما رہے تھے) فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾، ان میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی ہے۔ (سورہ احزاب آیت ۲۳)

حبیب اس کے نزدیک گئے اور کہا:

اے مسلم! تمہارا خاک و خون میں غلطاں ہونا مجھ پر گراں ہے، اس وقت میں تمہیں جنت کی بشارت دیتا ہوں۔

مسلم نے نحیف آواز میں کہا: اللہ تمہیں خیر کی بشارت دے۔

حبیب نے کہا: اے مسلم! اگر مجھے یقین نہ ہوتا کہ تمہارے بعد جام شہادت نوش کروں گا تو تم سے پوچھتا کہ اگر کوئی وصیت ہو تو بتا دو۔

مسلم نے کہا: تمہیں وصیت کرتا ہوں اپنے آقا کے بارے میں اور امام حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا: جب تک بدن میں جان ہے ان کی مدد کرنا۔

حبیب نے کہا: رب کعبہ کی قسم! میں ایسا ہی کروں گا۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ مسلم ان کے سامنے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

☆ اے حبیب! میری موت کا وقت آچکا ہے۔ میں تجھے اپنے گھر اور خاندان کے بارے میں وصیت نہیں کر رہا۔

☆ اگر تمہارا مقصد میرے مقصد جیسا ہے کہ اپنے بچوں کی حفاظت نہیں کرو گے۔

☆ میں تم سے چاہوں گا کہ میری طرح جنگ کرو اور امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کا دفاع کرو۔

مسلم کی کنیز نے فریاد کرتے ہوئے کہا: واہ مسلماہ، اے میرے آقا اے عوسجہ کے فرزند۔

ابن حجاج کے ساتھیوں نے (جب کنیز کی آواز سنی تو) آپس میں کہنا شروع کر دیا کہ: ہم نے مسلم کو قتل کر دیا۔

شبث ابن ربعی نے اپنے آس پاس کے لوگوں سے کہا: تمہاری ماں تمہارے غم میں بیٹھے، مسلم مارا جاتا ہے اور تم خوشیاں مناتے ہو؟ خدا کی قسم! مسلمانوں کے درمیان مسلم کا ایک بلند مقام تھا۔ میں نے آذر بائیجان کی جنگ (۲۰ ہجری میں نہاوند

کی فتح کے بعد آذر بائیجان فتح ہوا۔ سلق کے مقام پر جو ایک ہموار جگہ تھی چالیس ہزار عربوں کا لشکر موجود تھا جس میں حذیفہ یمانی کی سر براہی میں مسلم ابن عوسجہ اور شبث ابن ربعی بھی موجود تھے (وقائع الاسلام خیابانی)) میں دیکھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے گھڑسوار آنے اور ان کی صفیں درست ہونے سے پہلے مشرکین کے چھ آدمیوں کو قتل کر دیا تھا۔

شمر نے کچھ لوگوں کے ساتھ امام حسینؑ کے لشکر کے دائیں طرف حملہ کیا۔ امام کے اصحاب نے ایسا مقابلہ کیا کہ انہیں شکست ہوگئی۔

اس حملے میں عبداللہ ابن عمیر کلبی میدان میں آیا اور کچھ لوگوں کو واصل جہنم کیا۔ ہانی ابن ثبیت حضرمی نے ان پر حملہ کیا اور عبداللہ کا دایاں ہاتھ قطع کر دیا اور بکر ابن حی نے ان کی ٹانگ کاٹ دی۔ انہیں اسیر کر لیا گیا اور انہیں شہید کر دیا۔ اس کی بیوی ام وہب اس کے قریب گئی اور سرہانے بیٹھ گئی تا کہ ان کے چہرے سے خون صاف کرے، وہ کہتی جاتی تھی: تمہیں جنت مبارک ہو۔ میں خدا کی بارگاہ میں دعا کرتی ہوں جس نے تجھے جنت سے نوازا ہے کہ مجھے بھی تیری ہمنشینی عطا فرمائے۔

شمر نے اپنے غلام رستم سے کہا: لوہے کے ستون سے اس کے سر پر وار کرو۔ اس نے اس مومنہ کے سر پر لوہے سے وار کیا اور اسی مقام پر اس نے جام شہادت نوش کیا۔

یہ پہلی خاتون تھیں جو امام حسینؑ کے لشکر میں سے شہید کی گئی۔

عبداللہ کے سر کو کاٹ کر امام حسینؑ کے لشکر گاہ کی طرف پھینکا گیا۔ اس کی ماں نے سر کو اٹھایا، سر سے خون کو صاف کیا اور خیمے کے ستون کو ہاتھ میں لے کر ان پر حملہ آور ہوگئی۔ جب امام حسینؑ نے اسے دیکھا تو فرمایا: اللہ تجھ پر اپنی رحمت نازل کرے،

واپس چلی جائیں کیونکہ اللہ نے آپ پر جہاد فرض نہیں کیا ہے۔ وہ واپس چلی گئیں اور کہتی جارہی تھیں: پروردگار! مجھے ناامید نہ کرنا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اللہ آپ کو ناامید نہیں کرے گا۔

اس کے بعد وہب ابن حباب کلبی میدان میں آیا۔ وہ ایک عیسائی تھا جو امام حسینؑ کے ہاتھوں مسلمان ہوا تھا اور اس کی ماں اور بیوی اس کے ساتھ تھیں۔

اس کی ماں نے کہا: میرے بیٹے! اٹھو اور رسول خدا کی بیٹی کے فرزند کی مدد کرو۔

وہب نے کہا: مادر گرامی! میں ایسا ہی کروں گا اور اس میں کوتاہی نہیں کروں۔ وہب میدان کی طرف چلا گیا۔ وہ کہتا جا رہا تھا:

☆ اگر تم مجھے نہیں پہچانتے تو تم جان لو کہ میں قبیلہ کلاب کا بیٹا ہوں عنقریب تم جنگ میں مجھے اور میری ضربوں کو دیکھو گے۔

☆ اور میرے حملے کو اور میرے دشمن پر غلبے کو دیکھوں گے، میں اپنے ساتھیوں کے انتقام کے بعد اپنا انتقام لوں گا۔

☆ اور میں دکھ اور پریشانی کو دکھ اور پریشانی کے سامنے پھینک دوں گا اور میرا جہاد کھیل میں کوئی شور شرابا نہیں ہے۔

اس کے بعد حملہ کر دیا اور اس قدر جنگ کی کہ کئی دشمنوں کو واصل جہنم کیا۔ اس وقت واپس اپنی ماں اور زوجہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: مادر گرامی! کیا آپ راضی ہو گئیں؟

اس شیر دل خاتون نے کہا: میں تجھ سے اس وقت راضی ہوں گی جب تو حسینؑ کی مدد کرتے ہوئے اپنی جان دے دے گا۔

اس کی زوجہ نے کہا: تمہیں اللہ کی قسم دیتی ہوں، مجھے اپنی موت کا غم سہنے سے بچا لو۔

ماں نے کہا: بیٹا! اپنی بیوی کی باتوں میں نہ آنا، میدان میں واپس چلا جا اور رسول خدا کی بیٹی کے فرزند کی راہ میں جنگ کر، تا کہ قیامت کے دن ان کے نانا کی شفاعت سے بہرہ مند ہو سکے!

وہب میدانِ جنگ واپس چلا گیا اور پے در پے جنگ کرتا گیا یہاں تک کہ اس کے دونوں ہاتھ جدا کر دیئے گئے۔ اس کی بیوی خیمے کا ایک کھونٹا لے کر اس کی طرف تیزی سے بڑھی اور کہتی جاتی تھی: میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں، حرم رسول خدا کے دفاع میں جنگ کئے جا...!

وہب نے اس سے کہا: تھوڑی دیر پہلے مجھے جنگ سے روک رہی تھی، اب ایسا کیا ہو گیا کہ میری مدد کرتے ہوئے لڑ رہی ہو۔

اس کی بیوی نے کہا: مجھے ملامت نہ کرو، امام حسینؑ کی فریاد نے میرا دل چیر ڈالا ہے۔

وہب نے پوچھا: تم نے ایسا کیا سنا؟

اس نے کہا: اے وہب! میں نے دیکھا کہ وہ خیمے کے دروازے پر بیٹھے ہیں اور ندا دے رہے ہیں: ہائے کتنے کم مدد کرنے والے ہیں!!

وہب نے یہ سن کر شدید گریہ کیا اور اپنی بیوی سے کہا: خواتین کے پاس واپس چلی جا، خدا تجھ پر اپنی رحمت نازل کرے۔ لیکن اس نے ماننے سے انکار کر دیا۔

وہب نے بلند سے کہا: میرے آقا ابا عبداللہ! اسے خیمہ گاہ واپس لے

جائیں۔اس وقت امامؑ اسے خیموں میں واپس لے گئے۔

دشمنوں نے وہب پر حملہ کر دیا اور اسے شہید کر دیا۔

اتنے میں شمر نے امامؑ کے خیموں پر حملہ کر دیا اور امام حسینؑ کے خیمے پر اپنا نیزہ مارا اور کہنے لگا: مجھ پر لازم ہے کہ میں اس خیمے کو اس کے مکینوں کے ساتھ آگ میں جلا دوں۔

خواتین کی صدائیں بلند ہوگئیں اور وہ خیموں سے باہر آ گئیں۔

امام حسینؑ نے شمر سے کہا: اے ذی الجوشن کے بیٹے! کیا تو چاہتا ہے کہ میرے گھر کو اہل خانہ کے ساتھ جلا دے، اللہ تجھے آگ کا مزہ چکھائے۔

شبث ابن ربعی نے شمر سے کہا: کیا خواتین کو ڈرانے والے بن گئے ہو؟ تیری باتوں سے بری باتیں میں نے نہیں سنیں اور تیرے موقف سے برا موقف میں نے نہیں دیکھا۔شمر کو حیا آ گئی اور واپس مڑا۔زہیر ابن قین نے اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ شمر پر حملہ کر دیا اور انہیں خیموں سے دور کر دیا۔

جب گھڑسواروں کے سردار عزرہ ابن قیس نے دیکھا کہ جب بھی کوئی حملہ کیا جاتا ہے تو فوج سستی کے ساتھ حملہ کرتی ہے اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس نے کسی کو عمر ابن سعد کے پاس بھیجا تا کہ اس کی مدد کے لئے کچھ لوگوں کو بھیجے۔

حصین ابن نمیر پانچ سو تیر اندازوں کے ساتھ اس کی مدد کو پہنچا۔گھمسان کا رن پڑا جس کی وجہ سے امام حسینؑ کے اکثر اصحاب زخمی ہو گئے۔زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ امام کے لشکر کے گھوڑوں میں جنگ کی تاب نہ رہی۔اصحاب گھوڑوں سے پیادہ ہو کر جنگ کرنے لگے۔کیونکہ امامؑ کے خیمے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اس

لئے دشمن کی فوج ایک سمت سے ان کے نزدیک نہیں آسکتی تھی۔

عمر ابن سعد نے کچھ لوگوں کو بھیجا تاکہ وہ دائیں اور بائیں طرف سے خیموں کو گھیرے میں لے لیں۔ پس امام حسینؑ کے اصحاب تین تین اور چار چار کی ٹولیوں میں ہر دو خیموں کے درمیان کھڑے ہو گئے۔ جیسے ہی ابن سعد کے سپاہیوں میں سے کوئی اس طرف تو اس پر حملہ کر دیتے اور اسے قتل کر دیتے یا قریب پہنچنے کے بعد تیر سے حملہ کر اسے زخمی کر دیتے۔

ابن سعد نے کہا: خیموں کو آگ لگا دو اور آگ کے شعلوں کو پھیلا دو۔ پس خواتین نے نالہ وفریاد شروع کر دیا اور بچے وحشت زدہ ہو گئے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: انہیں آگ لگانے دو کیونکہ جب خیموں میں آگ لگی ہوگی تو اس آگ سے گزر کر تمہاری طرف نہیں آسکیں گے اور ایسا ہی ہوا جیسا آپؑ نے فرمایا تھا۔

ابوشعثاء کندی جس کا نام یزید ابن زیاد تھا اور یہ ابن سعد کی فوج میں تھا۔ جب ان لوگوں نے امام حسینؑ کے مشوروں کو نہیں مانا تو یہ امامؑ کے لشکر میں آ گیا۔ یہ ایک اچھا تیرانداز تھا۔

امام حسینؑ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا اور دشمنوں کی طرف سو(۱۰۰) تیر چلائے۔ امام حسینؑ فرماتے تھے: پروردگار! اس کے تیروں کو نشانے پر لگا اور اس کی جزا جنت کو قرار دے۔

جب اس کے پاس موجود تیر ختم ہو گئے تو کھڑا ہوا اور کہنے لگا: مجھے معلوم ہو گیا کہ میں نے پانچ (۵) دشمنوں کو واصل جہنم کیا ہے۔ اس کے بعد دشمنوں پر حملہ کر دیا اور نو (۹) دشمنوں کو تہِ تیغ کیا اور جام شہادت نوش کیا۔

ابوثمامہ صائدی نے جب دیکھا کہ زوال کا وقت ہو رہا ہے تو امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کرنے لگا: میری جان آپ پر قربان ہو جائے، دیکھ رہا ہوں کہ دشمنوں کا یہ لشکر آپ کے نزدیک آ گیا ہے لیکن خدا کی قسم! جب تک میری جان میں جان ہے میں آپ پر آنچ آنے نہیں دوں گا۔ میری خواہش ہے کہ آخری نماز آپ کے پیچھے پڑھوں اس کے بعد اللہ سے ملاقات کے لئے جاؤں۔

امام حسینؑ نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا: درست وقت پر تو نے نماز کا ذکر کیا ہے، اللہ تجھے نماز گزاروں اور ذکر الٰہی کرنے والوں میں سے قرار دے۔(شیخ کعبی اس مقام پر فرماتے تھے: مسلمانو! حسین ابن علی کی اس صالح مرد کے بارے میں دعا کو دیکھو کہ فرما رہے ہیں: اللہ تجھے نماز گزاروں میں سے قرار دے۔ پس اے مسلمانوں کی جماعت! بچپن میں اپنی اولاد کو نماز کا سلیقہ سکھاؤ، اپنی بچیوں کو نماز کی عادت ڈالو، جب انسان بچپن سے نماز پڑھتا ہے تو بڑا ہو کر اسے ترک کرنے کی کوشش نہیں کرتا اور بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔)

حصین نے کہا: تمہاری نماز قبول نہیں ہے۔

حبیب ابن مظاہر نے کہا: اے گدھے! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ فرزند پیغمبر کی نماز قبول نہیں ہوگی جبکہ تیری نماز قبول ہوگی۔

حصین نے حبیب پر حملہ کر دیا اور حبیب نے حصین کے گھوڑے کے منہ پر تلوار سے وار کر دیا۔ گھوڑے نے اپنے سامنے کے دونوں پیر اوپر اٹھا دیئے جس کی وجہ سے حصین زمین پر گر گیا۔ اس کے ساتھی اس کی مدد کو پہنچے اور اسے زمین سے اٹھا لیا۔

حبیب نے سخت جنگ کی اور سن رسیدہ ہونے کے باوجود ''۶۲'' افراد کو تہ تیغ

کر دیا۔ اتنے میں بدیل ابن صریم نے ایک طرف سے ان پر حملہ کر کے تلوار کا وار کر دیا اور بنی تمیم کے کسی شخص نے ان کو نیزہ مارا جس کی وجہ سے وہ زمین پر گرے۔ حبیب کھڑا ہونا چاہتے تھے کہ حصین ابن نمیر نے ان کے سر پر تلوار کا وار کر دیا کہ وہ اٹھ نہ پائیں۔ تمیمی شخص نے گھوڑے اتر کر حبیب کے سر مبارک کو تن سے جدا کر دیا۔ اس وقت امام حسینؑ نے حبیب کے مقام شہادت کے پاس موجود دشمنوں پر حملہ کر دیا۔

امامؑ نے فرمایا: میں اپنے باوفا ساتھیوں اور اپنا حساب اللہ پر چھوڑتا ہوں اور وہاں سے واپس ہونے لگے۔

حر ابن یزید ریاحی اور زہیر ابن قین نے دشمنوں پر حملہ کر دیا تا کہ آپؑ کی مدد کر سکیں۔ ان میں سے کوئی ایک اگر دشمن کے گھیرے میں آجاتا تو دوسرا اس کی مدد کو پہنچتا اور اسے وہاں سے نجات دلاتا اور تھوڑی دیر وہ اِسی طرح جنگ کرتے رہے۔

حر کے گھوڑے کے کان اور پلکوں پر چوٹ لگی تھی جس سے خون رس رہا تھا۔ اور حر نے رجز پڑھنا شروع کر دیا اور کہتے جاتے تھے:

☆ میں حر ہوں اور مہمانوں کی پناہ گاہ ہوں، اور میں تلوار سے تمہاری گردنیں اڑاؤں گا۔

☆ سرزمین ''خیف'' آئے ہوئے سب سے بہترین انسان کی حمایت کروں گا اور تمہارے قتل سے ہاتھ نہیں کھینچوں گا۔

یہاں تک کہ بہت سارے دشمنوں کو تہ تیغ کیا۔ حصین نے یزید ابن سفیان سے کہا: یہ وہی حر ہے جس کے قتل کی تمہیں تمنا تھی۔

یزید نے کہا: ہاں۔ اور وہ حر کی طرف چلا تا کہ اس کا مقابلہ کرے۔ لیکن حر

نے بہت جلد اسے واصل جہنم کر دیا۔ اتنے میں ایوب ابن مشرح خیوانی نے حر کے گھوڑے کو تیر مارا اور گھوڑے کو زخمی کر دیا۔ جس کی وجہ سے گھوڑا بے دم ہو گیا۔ حر نے ایسے شیر کی طرح گھوڑے سے چھلانگ لگائی جس کے ہاتھ میں تلوار ہو۔

حر نے دوبارہ جنگ کرنا شروع کر دی یہاں تک کہ ۴۰ سے زیادہ دشمنوں کو قتل کر دیا اس کے بعد دشمنوں نے چاروں طرف سے حر پر حملہ کر دیا اور حر ان حملوں کی تاب نہ لا سکے۔

☆ حریم اہل بیت سے غم واندوہ کو دور کر دیا اور ان کی حمایت میں دشمنوں پر حملہ کر دیا۔

☆ جب زمین پر گرا اور خون جاری ہونے لگا تو موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا۔

☆ امام حسینؑ غضبناک شیر کی طرح ان کے نزدیک گئے ، جبکہ امامؑ کی آنکھوں میں آنسو تھے اور کہنے لگے:

☆ تیری ماں نے تیرا نام حر رکھنے میں غلطی نہیں کی، یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے سے مٹی ہٹا رہے تھے۔

☆ دشمن نے حکم دیا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے اسے پامال کیا جائے لیکن اس کا قبیلہ مانع ہوا۔

☆ کہ تم کس طرح حر کو پامال کر سکتے ہو جبکہ وہ خاندان کا بڑا ہے۔

☆ تم اندھوں کی طرح ہم اسے زمین پر پڑے رہنے نہیں دیں گے کیونکہ ہر قبیلے کے لئے شایان شان ہے کہ ان کے مقتول کی لاش زمین سے اٹھالی جائے۔

☆ اس کے بعد سب نے اپنی تلواریں نیام سے باہر نکالیں اور اس کی لاش اٹھانے کے لئے میدان کی طرف چلے۔

☆ اور اس گرم موسم میں اسے عزت و افتخار کے ساتھ میدان سے باہر لائے۔

☆ اور جن کا کوئی قوم وقبیلہ نہیں تھا وہ بغیر غسل وکفن کے نینوا کی گرم خاک پر پڑے رہے۔

۞۞۞

امام حسینؑ کے اصحاب نے حر کو اٹھایا اور اس خیمے کے اندر رکھ دیا جس کے نزدیک وہ لڑ رہے تھے۔

امام حسینؑ نے حر کی طرف دیکھا جبکہ ان کے جسم میں ابھی جان تھی۔ امامؑ اس کے خون کو صاف کرتے ہوئے فرما رہے تھے: تم حر (آزاد) ہو جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام ر رکھا ہے اور دنیا اور آخرت دونوں میں آزاد ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ علی ابن حسین نے کہا:

☆ بنی ریاح کا حُر بہترین انسان ہے جو مشکل ترین حالات میں بھی سب سے زیادہ صبر کرنے والا ہے اور حُر بہترین شخص ہے کہ جس نے امام حسینؑ کو پکارا اور اپنی جان ان پر قربان کر دی۔

امام حسینؑ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے بچے ہوئے اصحاب کے ساتھ نماز خوف پڑھی۔

زہیر ابن قین اور سعید ابن عبداللہ حنفی آدھے اصحاب کے ساتھ امامؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور جب سعید زخموں سے چور ہو کر نیچے گرا تو کہہ رہا تھا:

''پروردگار! قوم عاد و ثمود کی طرح اس قوم پر لعنت بھیج، میرا اسلام اپنے پیغمبر تک پہنچا دے اور انہیں میرے بدن پر پڑنے والے زخموں سے باخبر کر دے کیونکہ تیرے پیغمبر کی آل کی مدد سے میرا مطلوب و مقصود اجر و ثواب تھا''۔

امام حسینؑ کی طرف نگاہ اٹھائی اور عرض کیا: اے فرزند رسول! کیا میں نے وفا کی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، تو بہشت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اس کے بعد ان کے بدن سے روح پرواز کر گئی۔ ان کے بدن پر تلوار اور نیزوں کے زخموں کے علاوہ ۱۳ تیر جسم میں پیوست تھے۔

جب امام حسینؑ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اے بزرگوارو! جنت کے دروازے تمہارے لئے کھول دیئے گئے ہیں، اس کی نہریں جاری اور میوے تیار ہیں۔ رسول خداؐ اور جن شہداء نے خدا کی راہ میں اپنی جانیں قربان کی ہیں وہ تمہارے انتظار میں ہیں اور تمہیں خوشخبری سنا رہے ہیں۔ پس خدا کے دین اور اس کے رسول کے دین کی حمایت کرو اور دشمنوں سے حرمِ پیغمبر کا دفاع کرو۔

اصحاب نے کہا: ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں اور ہمارا خون آپ کے خون پر نثار۔ اللہ کی قسم! جب تک ہماری رگوں میں خون ہے آپ اور آپ کے اہل بیت پر آنچ آنے نہیں دیں گے۔

عمر ابن سعد نے عمرو ابن سعید کی سربراہی میں تیراندازوں کو بھیجا جنہوں نے امام حسینؑ کے اصحاب پر تیروں کی بارش کردی اور ان کے گھوڑوں کو زخمی کر دیا اور امامؑ کے پاس ضحاک ابن عبداللہ مشرقی کے سوا کوئی سوار باقی نہ بچا۔

ضحاک کہتا ہے: میں نے جب دیکھا کہ دشمن میرے ساتھیوں کے گھوڑوں کو زخمی کر رہا ہے تو میں اپنے گھوڑے کو ایک ساتھی کے خیمے کے اندر لے گیا۔ امامؑ کے اصحاب نے بہت سخت جنگ کی۔

امامؑ کے اصحاب میں سے جو کوئی جنگ کا ارادہ کرتا تھا وہ امام حسینؑ سے وداع کرتا اور کہتا تھا: اے فرزند رسول خدا! آپ پر سلام ہو۔

حضرت امام حسینؑ جواب میں فرماتے تھے: آپ پر سلام ہو، ہم بھی آپ سے ملحق ہونے والے ہیں۔ اس کے بعد اس آیت کی تلاوت کرتے تھے: فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾، ان میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی ہے۔ (سورہ احزاب آیت ۲۳)

ابوثمامہ صائدی میدان جنگ میں آیا اور جنگ کرنے لگا یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو گیا۔ عمر ابن سعد کا چچازاد قیس ابن عبداللہ کی ابوثمامہ سے دشمنی تھی، اس نے ابوثمامہ پر حملہ کر دیا اور اسے شہید کر دیا۔

اس کے بعد سلمان ابن مضارب بجلی میدان میں آیا جو زہیر ابن قین کا چچازاد بھائی تھا۔ جنگ کرتے ہوئے اس نے بھی جام شہادت نوش کیا۔

اس کے بعد زہیر ابن قین میدان میں آیا اور اپنا ہاتھ امام حسینؑ کے شانے پر رکھ کر اذن جہاد طلب کیا اور کہا:

☆ آجایئے کہ آپ ہدایت کرنے والے اور ہدایت شدہ ہیں، میں آج آپ کے نانا رسول خدا سے ملاقات کروں گا۔

☆ اور حسن، مرتضیٰ علی اور دو پروں والے جعفر جوانمرد سے۔

☆ اور اللہ کے شیر اُس شہید سے جو زندہ ہے۔

۞۞۞

امام حسینؑ نے فرمایا: میں بھی تمہارے بعد آرہا ہوں۔ پس زہیر نے دشمن پر حملہ کردیا اور یہ رجز پڑھتے جارہے تھے کہ:

میں قین کا بیٹا زہیر ہوں، میں اپنی تلوار سے حسین کا دفاع کروں گا۔

زہیر نے ایک سو بیس (۱۲۰) لوگوں کو واصل جہنم کیا۔ اتنے میں کثیر ابن عبداللہ صعبی اور مہاجر ابن اوس نے زہیر پر حملہ کردیا اور انہیں شہید کردیا۔

امام حسینؑ زہیر کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمانے لگے: اے زہیر! اللہ تمہیں اپنے (لطف و رحمت سے) دور نہ رکھے اور تیرے قاتل پر لعنت کرے، ایسی لعنت جیسی بندر اور سور کی شکل میں مسخ ہونے والوں پر کی تھی۔

عمرو ابن قرظہ انصاری میدان میں آئے اور امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور دشمنوں سے ان کی حفاظت کرنے لگے۔ وہ اپنے سینے اور پیشانی کو امام حسینؑ کی طرف آنے والے تیروں کے سامنے رکھ دیتے تھے تاکہ امامؑ پر کوئی آنچ نہ آنے پائے

یہاں تک کہ انہیں گہرے زخم آ گئے۔ انہوں نے اباعبداللہ کی طرف رخ کر کے کہا: فرزند رسول! کیا میں نے وفاداری نبھائی؟

امام حسینؑ نے فرمایا: ہاں، تو مجھ سے پہلے جنت میں جائے گا۔ میرا سلام رسول خدا تک پہنچا دینا اور ان سے کہنا: پیچھے پیچھے میں بھی آ رہا ہوں۔ عمرو زمین پر گرے اور شہادت کے مرتبے پر فائز ہو گئے۔

عمرو ابن قرظہ کا بھائی علی، عمر ابن سعد کے ساتھ تھا، اس نے آواز لگائی: اے حسین! اے جھوٹے! تم نے میرے بھائی کو دھوکہ دیا اور اسے مروا دیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: میں نے تیرے بھائی کو دھوکہ نہیں دیا، اللہ نے اسے ہدایت دے دی اور تو گمراہ ہو گیا۔

علی نے کہا: خدا مجھے قتل کرے اگر میں تجھے نہ مار دوں۔ اس کے بعد اس نے امامؑ پر حملہ کر دیا اور آپ پر نیزے سے وار کرنا چاہا لیکن نافع ابن ہلال جملی آئے اور اسے نیزہ مار کر زمین پر گرا دیا۔ اتنے میں اس کے ساتھیوں نے حملہ کر دیا اور اسے اٹھا کر لے گئے۔ اس کا علاج کیا اور وہ بعد میں ٹھیک ہو گیا۔

نافع ابن ہلال جملی مذحجی زہر میں بجھے تیر دشمنوں کی طرف پھینک رہا تھا جن میں اس کا نام لکھا ہوا تھا اور کہتا تھا:

☆ ان کے ذریعہ تیراندازی کر رہا ہوں جبکہ ان پر نشان لگا ہوا ہے اور یہ زہر میں بجھے ہوئے ہیں اور ان کے پَر انہیں لے کر جا رہے ہیں۔

☆ یہاں تک کہ ان تیروں کی بوچھاڑ زمین کو بھر دے اور نفس کا حرص کرنا

کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

زخمیوں کے علاوہ ''۱۲'' افراد کو واصل جہنم کیا۔ جب تیر ختم ہو گئے تو تلوار نکال کر حملہ شروع کر دیا۔ دشمنوں نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور پتھر اور تیروں سے انہیں نشانہ بنانے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے بازو ٹوٹ گئے اور انہیں گرفتار کر کے شمر اور اس کے ساتھی گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔ ابن سعد نے نافع سے کہا: تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ تم نے اپنے ساتھ یہ سلوک کیا؟

نافع نے کہا: خدا جانتا ہے کہ میں کیا چاہتا تھا۔

ایک آدمی نے دیکھا کہ اس کے چہرے اور داڑھی پر خون بہہ رہا ہے تو کہنے لگا: کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا کہ تم نے اپنے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

نافع نے کہا: خدا کی قسم! زخمیوں کے علاوہ میں نے تمہارے ''۱۲'' آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ اور اس جہاد پر میں اپنی ملامت نہیں کرتا۔ اگر میرے بازو سلامت ہوتے تو تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے تھے۔ یہ سن کر شمر نے اپنی تلوار کھینچی۔

نافع نے شمر سے کہا: خدا کی قسم! اگر تو مسلمان ہوتا تو تیرے لئے یہ بات بہت بڑی ہوتی کہ اپنے ہاتھوں میں ہمارا خون لئے اللہ سے ملاقات کرو۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری موت کو اپنی مخلوقات میں سب سے بدترین کے ہاتھوں لکھی ہے۔ پھر شمر انہیں آگے لایا اور ان کا سر قلم کر دیا۔

اور جب حارث مذحجی کا غلام واضح ترکی زمین پر گرا تو اس نے امام حسینؑ سے مدد مانگی اور ابوعبداللہؑ اس کی جانب گئے اور اسے گلے لگایا۔

واضح ترکی نے کہا: مجھ جیسا کون ہے جبکہ فرزند رسول خدا نے اپنا چہرہ میرے چہرے پر رکھا ہے۔ پھر ان کی پاکیزہ روح پرواز کر گئی۔ (کعبی کہتا ہے: دین اور انسانیت کے شہسوار حسین ابن علی کی جانب دیکھو جنھوں نے ایک مرتبہ اپنے گال کو اپنے بیٹے علی اکبر کے گال پر رکھا اور دوسری مرتبہ اسی گال کو ایک ترکی غلام کے گال پر رکھا کیونکہ ہمارے امامؑ نوع انسانی میں تفریق کے قائل نہیں تھے۔ پس جو انسانیت کا دین ہے وہی دین اسلام ہے۔)

پھر امام حسینؑ اپنے غلام اسلم کی طرف بڑھے اور انہیں گلے سے لگایا۔ ان کے جسم میں ابھی جان تھی۔ اسلم مسکرایا اور اس نے فخر و افتخار کے ساتھ جان دے دی۔

یزید ابن معقل نے آواز لگائی: اے بریر! دیکھ رہے ہو، خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

بریر نے کہا: اللہ نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے جبکہ تمہارے ساتھ برا۔

یزید نے کہا: تو جھوٹ بول رہا ہے جبکہ تو جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ کیا تمہیں یاد ہے جب ایک دن بنی لوذان میں تمہارے ساتھ تھا اور تو کہہ رہا تھا: عثمان اسراف کرنے والا، معاویہ گمراہ اور ہدایت کرنے والا امام، علی ابن ابی طالب ہے۔

بریر نے کہا: ہاں میں گواہی دیتا ہوں کی یہی میرا نظریہ اور اعتقاد ہے۔

یزید نے کہا: اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ تو گمراہوں میں سے ہے۔

بریر نے یزید کو مباہلہ کرنے کی دعوت دی۔ دونوں نے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ بلند کئے اور دعا کی کہ جو بھی جھوٹ بول رہا ہے اللہ اس پر لعنت کرے اور اسے

ہلاک کر دے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ بریر نے اس ملعون کے سر پر وار کر دیا جس سے تلوار اس کی خود کو چیرتے ہوئے مغز تک جا پہنچی۔ اور وہ ایسے آدمی کی طرح زمین پر گرا جو بہت اونچائی سے گرتا ہے جبکہ بریر کی تلوار اب بھی اس کے سر پر پھنسی ہوئی تھی۔

جب بریر اس کے سر سے اپنی تلوار نکالنا چاہ رہے تھے رضی ابن منقذ عبدی نے ان پر حملہ کر دیا۔ تھوڑی دیر دونوں گتھم گتھا رہے آخر کار بریر نے اسے زمین پر پٹخ دیا اور اس کے سینے پر سوار ہو گئے۔ جب رضی نے اپنے آپ کو شیر کے پنجے میں گرفتار دیکھا تو فریاد کرنے لگے اور لشکر کوفہ سے مدد مانگنے لگے تا کہ وہ اسے نجات دے دیں۔ کعب ابن جابر ابن عمرو ازدی ہاتھ میں نیزہ لئے آگے بڑھا تا کہ حملہ کرے۔ اتنے میں عفیف ابن زہیر ابن ابی اخنس نے کعب سے کہا: بریر ابن خضیر قاری قرآن ہے جو ہماری مسجد میں ہمیں قرآن کی تعلیم دیتا تھا۔ کعب نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور نیزہ بریر کی پیٹھ پر مارا۔ جیسے ہی بریر کو نیزے کا احساس ہوا۔ خود کو رضی کے اوپر گرا دیا اور اس کا چہرہ اپنے دانتوں میں لیا اور اس کی ناک کو اکھاڑ پھینکا۔ کعب نے نیزہ پر مزید زور لگایا جس کی وجہ سے نیزہ بریر کی پیٹھ میں مزید اندر چلا گیا اور کعب نے اس بزرگوار پر تلوار سے وار کر دیا یہاں تک کہ انہوں نے جام شہادت نوش کر لیا۔

رضی عبدی زمین سے اٹھا اور اپنی قبا سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہنے لگا: اے ازدی بھائی! تو نے مجھ پر ایسا احسان کیا ہے جسے میں جب تک زندہ ہوں نہیں بھولوں گا۔

جب کعب واپس اپنے گھر گیا تو اس کی پاکدامن زوجہ نے اس سے کہا: تو نے فرزند فاطمہ کے دشمن کی مدد کی اور قاریوں کے سردار کو قتل کیا۔ تو بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔ خدا کی قسم! میں آج کے بعد تجھ سے بات نہیں کروں گی۔

کعب نے کہا:

مجھ سے پوچھ تا کہ تجھے میرے ذریعے خبر ملے، جس بات کی تو مذمت کر رہی ہے، حسین سے جنگ کے دن جبکہ نیزے بلند کئے گئے تھے۔

اس کے آخری اشعار تک۔

حنظلہ ابن سعد شبامی نے بلند آواز سے کہا: اے میری قوم! میں جنگ احزاب جیسے دن سے تمہارے لئے خوفزدہ ہوں اور قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور ان کے بعد والوں جیسے حال سے اور اللہ یقیناً اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔

اے میری قوم! میں تمہیں اس دن سے ڈراتا ہوں جب لوگ ایک دوسرے کو مدد کے لئے پکاریں گے تو تم ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو گے۔ اس دن اللہ کے غضب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اور جو راہِ خدا سے گمراہ ہو جائے اس کی ہدایت کرنے والا کوئی نہیں۔

اے میری قوم! حسین کو قتل نہ کرو جس کی وجہ سے اللہ تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دے اور جس نے اس پر بہتان باندھا وہ یقیناً رسوا ہوا ہے۔

امام حسینؑ نے اسے جزائے خیر دی اور فرمایا: اللہ کی رحمت تم پر نازل ہو (مزید زحمت نہ کرو) جب تم نے انہیں حق کی طرف بلایا اور انہوں نے ماننے سے

انکار کر دیا اور یہ لوگ تمہارا اور تمہارے دوستوں کا خون بہانے کے لئے کھڑے ہو گئے اسی وقت یہ عذاب الٰہی کے مستحق قرار پا چکے ہیں۔ (تمہارے وعظ و نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا) اب تو یہ تمہارے نیک ساتھیوں کا خون بھی بہا چکے ہیں۔

اس نے کہا: آپ سچ کہہ رہے ہیں اے فرزند رسول! کیا اب آخرت کی طرف نہ چلیں؟

امامؑ نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ اس نے امامؑ پر سلام بھیجا اور آگے بڑھا اور جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ مقام شہادت پر فائز ہو گیا۔

عابس ابن شبیب شاکری شوذب کے پاس آیا جو اُن کا غلام تھا۔ شوذب کا شمار مخلص لوگوں میں ہوتا تھا اور اس کا مکان شیعوں کا محل اجتماع تھا جہاں فضائل اہل بیتؑ کے سلسلے میں احادیث بیان کی جاتی تھیں۔

عابس نے کہا: شوذب! آج کیا کرنے کا ارادہ ہے؟

شوذب نے کہا: میرا ارادہ ہے کہ آپ کے ساتھ رسول خدا کے فرزند کی رکاب میں جنگ کروں گا یہاں تک کہ مارا جاؤں۔ عابس نے شوذب کو جزائے خیر دی اور کہا:

ابھی ابوعبداللہ کی خدمت میں جاؤ تا کہ تمہیں بھی دوسروں کی طرح اپنے مددگاروں میں شمار کر لیں۔ بے شک آج کے دن جتنا ممکن ہو سکے ہم اجر و ثواب سمیٹ لیں۔

پس شوذب امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے وداع کیا اور میدان جنگ میں آئے۔ شوذب نے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا۔

اس کے بعد عابس امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کرنے لگے:

روئے زمین پر (قریب ہو یا دور) کوئی ایسی مخلوق نہیں ہے جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ صاحب شرف وعزت ہو۔ اگر میرے بس میں ہوتا کہ اپنی جان سے زیادہ عزیز کسی چیز کے ذریعے آپ پر ہونے والے ظلم وستم کو روک سکوں تو میں ایسا کر لیتا۔ اس نے امامؑ سے وداع کیا اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں آپ کی دی ہوئی ہدایت اور آپ اور آپ کے بابا کے دین پر قائم ہوں۔

اس کے بعد اس نے تلوار کھینچی اور دشمنوں پر حملہ کر دیا اور آواز لگائی: کیا کوئی مرد نہیں ہے جو میرا مقابلہ کرے؟ سب پیچھے ہٹ گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ عابس شجاع اور جنگجو ہے۔

عمر ابن سعد نے چیخ کر کہا: اس پر پتھر برساؤ۔ جب عابس نے یہ صورتحال دیکھی تو اپنی زرہ کو بدن سے جدا کر لی اور اپنی خود بھی سر سے اتار لی۔ اور اس نے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ ۲۰۰ سے زیادہ دشمن ان کے سامنے سے پیچھے ہٹ گئے یہاں تک کہ انہیں چاروں طرف سے گھیر کر شہید کر دیا۔

عابس کا سر تن سے جدا کرنے کے لئے کچھ لوگوں میں اختلاف ہوا تو ابن سعد نے کہا: عابس کو ایک آدمی نہیں مار سکتا تھا، عابس کو تم سب نے مل کر قتل کیا ہے۔

ابوذر غفاری کا غلام جون امام حسینؑ کے پاس آئے اور اذن جہاد طلب کیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: اے جون! تم نے اپنے آرام کی غرض سے ہماری رفاقت اختیار کی تھی پس اب تم اپنی جان کو خطرے میں نہ ڈالو۔ میں اجازت دیتا ہوں کہ یہاں سے

کسی طرف نکل جاؤ۔

جون امام حسینؑ کے قدموں پر گر پڑا اور بوسہ دینے کے بعد کہنے لگا:

فرزند رسول! میں نے راحت کا وقت تو آپ کی خدمت میں بسر کیا اور آج جب سختی کا دن ہے تو آپ کا ساتھ چھوڑ دوں؟ مجھے معلوم ہے کہ میرے بدن سے بو آتی ہے اور حسب ونسب کم تر ہے، رنگ میرا سیاہ ہے، آقا مجھے بہشت میں داخل ہونے سے محروم نہ کریں تا کہ میری بد بو خوشبو میں بدل جائے، میرا حسب ونسب بلند ہو جائے اور سیاہ چہرہ سفید ہو جائے۔ خدا کی قسم! میں ہرگز آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوں گا، جب تک اپنے سیاہ خون کو آپ کے مبارک خون سے ملا نہ دوں۔

امام حسینؑ نے انہیں اذن جہاد عطا کر دیا۔ جون میدان میں گئے اور ۲۵ دشمنوں کو واصل جہنم کر کے جام شہادت نوش کیا۔

امام حسینؑ جون کے سرہانے تشریف لائے اور فرمایا:

خدوندا! اس کے چہرے کو روشن کر، اس کے بدن کو خوشبودار بنا، اس کو محمد کے ساتھ محشور کر اور اسے آل محمد کا ہم نشین قرار دے۔''

جو بھی جون کے مقام شہادت سے گزرتا تھا وہ وہاں سے مشک سے بہتر خوشبو محسوس کرتا تھا۔

انس ابن حارث ابن نبیہ کاہلی عمر رسیدہ بزرگ، صحابی رسول خداؐ تھے، جنہوں رسول خداؐ کی ہم نشینی اور ان کی احادیث سننے کا شرف حاصل کیا تھا اور انہوں نے جنگ بدر اور جنگ حنین میں بھی شرکت کی تھی۔ انہوں نے امام حسینؑ کی خدمت میں آ کر اذن جہاد طلب کیا اور میدان جنگ میں گئے۔ وہ اس قدر عمر رسیدہ تھے کہ انہوں نے اپنا

عمامہ کمر بند کے طور پر باندھ لیا تھا اور ایک رومال سے اپنی لٹکی ہوئی پلکوں کو اوپر کر کے پیشانی پر باندھ لیا تھا۔

جب امام حسینؑ نے انہیں اس حال میں دیکھا تو گریہ کرنے لگے اور فرمایا: اے شیخ! پروردگار عالم تیرا شکر گزار ہے۔

وہ دشمنوں سے جنگ کرنے چلے جبکہ کافی عمر رسیدہ تھے۔ انہوں نے ۱۸ دشمنوں کو واصل جہنم کیا اور منزل شہادت پر فائز ہو گئے۔

عمرو ابن جنادہ انصاری نے اپنے بابا کی شہادت کے بعد امام حسینؑ سے اذن جہاد طلب کیا جبکہ ان کی عمر صرف گیارہ سال تھی۔

اس کی ماں نے اذن جہاد طلب کرنے سے پہلے اسے حکم دیا تھا کہ: میرے بیٹے! اٹھو اور فرزند رسول کی مدد کرو۔ وہ اپنے بدن پر جنگی لباس سجانے کے بعد امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور آپؑ سے اذن جہاد طلب کرنے لگا۔

امام حسینؑ اجازت دینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: یہ ایک ایسا بچہ ہے جس کا باپ پہلے حملے میں شہید ہو چکا ہے۔ اس کی ماں اس پر راضی نہیں ہو گی کہ اس کا بیٹا بھی شہید ہو جائے۔

یہ بچہ جلدی سے آگے بڑھا کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں امامؑ کے اصحاب اسے اس کی مراد پانے میں رکاوٹ نہ بن جائیں۔

اور کہنے لگا: آقا! میری ماں نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ یہ سن کر امامؑ نے اسے اجازت دی۔ وہ میدان میں گیا جبکہ یہ رجز پڑھ رہا تھا:

☆ میرے آقا و سردار حسین ہیں اور وہ سب سے اچھے سردار ہیں، بشیر و نذیر

پیغمبر اکرمؐ کے دل کا چین ہیں۔

☆ علیؑ و فاطمہؑ جس کے والدین ہوں کیا اس کی مثال دنیا میں کہیں مل سکتی ہے؟

☆ وہ چمکتے سورج کی مانند نور افشانی کرنے والے اور چودہویں کے چاند کی مانند تاریکیوں میں روشنی دینے والے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد مرتبہ شہادت پر فائز ہو گئے اور دشمنوں کی جانب سے اس کے سر کو امامؑ کے لشکر گاہ کی طرف اچھال دیا گیا۔ اس کی ماں نے سر کو اٹھایا اور اس سے خون صاف کیا اور سر کو واپس اس دشمن پر دے مارا جو وہاں سے قریب تھا جس کی وجہ سے وہ واصل جہنم ہو گیا۔ وہ خاتون خیمے کی طرف واپس آئی۔ عمود خیمہ یا ایک تلوار ہاتھ میں لی اور کچھ اشعار پڑھنے لگی:

☆ میں عورتوں کے درمیان ایک کمزور عورت ہوں، ایک بوڑھی اور کمزور عورت۔

☆ شرف والی فاطمہ کی اولاد کے دفاع میں تم پر ایک محکم ضربت لگاؤں گی۔

دشمنوں میں سے دو کو اپنے کھونٹے سے واصل جہنم کرنے کے بعد امام حسینؑ نے اسے خیمے میں واپس بھیجا۔

حجاج ابن مسروق جعفی جنگ کے لئے نکلے یہاں تک کہ اپنے خون میں نہا گئے اور امام حسینؑ کی طرف مڑ کر کہنے لگے:

☆ آج آپ کے نانا اور آپ کے سخی بابا کی زیارت کروں گا جسے ہم وصی کے عنوان سے پہچانتے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: میں تمہارے بعد ان دونوں حضرات سے ملاقات کروں گا۔ وہ واپس مڑے اور لڑنے لگے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کرلیا۔

سوار ابن ابی حمیر میدان میں آئے جو فہم ابن جابر ابن عبداللہ ابن قادم فہمی ہمدانی کے بیٹوں میں سے تھے۔ بہت شدید جنگ کرنے کے بعد زخموں کی شدت کی وجہ سے بے حال ہو گئے اور انہیں گرفتار کرلیا گیا۔

ابن سعد چاہتا تھا کہ انہیں قتل کردے لیکن ان کی قوم نے ان کی سفارش کی اور چھ ماہ وہ ان کے ساتھ رہے اور چھ ماہ بعد انتقال کر گئے۔

سوید ابن عمر ابن ابی مطاع رجز پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں آئے جو نہایت شریف اور بہت زیادہ نمازی تھے۔

متعدد زخموں کی وجہ سے جب بے حال ہوئے تو منہ کے بل زمین پر گرے۔ دشمنوں نے گمان کیا کہ یہ مر چکے ہیں۔ جب امام حسینؑ کی شہادت ہوگئی تو وہ ہوش میں آئے اور انہوں دشمنوں کو کہتے سنا کہ ''حسین قتل کردیئے گئے''۔

جو چاقو ان کے پاس تھا اسے نکال کر یہ دشمنوں سے جنگ کرنے لگے۔ دشمن نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور انہیں شہید کردیا۔

اصحاب میں وہ آخری فرد تھے جو امام حسینؑ کے بعد مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

❁❁❁

اہل بیت حسینؑ کی جنگ

جب امام حسینؑ کے ساتھ ان کے خاندان کے افراد کے علاوہ کوئی نہیں بچا تو انہوں نے آپ کے دفاع میں جنگ کا ارادہ کرلیا، موت کا سامنا شجاعت و طاقت، دلیری اور شکست ناپذیری کے ساتھ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ وہ ایک دوسرے سے وداع کرتے ہوئے کہتے تھے:

☆ اس روز پر فخر کروں جس دن باپ اور بیٹا ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے تھے اور وہ جانتے تھے کہ یہ وداع ان کا آخری وداع ہے۔

☆ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے جبکہ ان کے دل غم سے بوجھل تھے۔

☆ اس منظر کو دیکھ کر گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہوگئیں۔

☆ اور ہر کوئی علی اکبرؑ سے پہلے شہادت کی تمنا رکھتا تھا۔

سب سے پہلے جو سامنے آیا وہ شبیہ رسول حضرت علی اکبرؑ تھے جن کی عمر ۲۷ سال تھی (حضرت علی اکبرؑ کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے۔ (الف) ۱۸ سال۔ الفتوح ج ۵ ص ۱۱۴، مقتل الحسین خوارزمی ج ۲ ص ۳۰۔ (ب) ۲۵ سال۔ مناقب آل ابی طالب ج ۴ ص ۱۹۰۔ (ج) ۲۷ سال۔ مقتل الحسین المقرم ص ۳۱۸۔

خواتین نے ان کو اپنے حصار میں لے لیا اور کہا: ہماری پردیسی اور غربت پر رحم کریں، آپ کی جدائی کی ہم تاب نہیں رکھتے۔

لیکن علی اکبرؑ نے خواتین کی باتوں کی طرف توجہ نہیں دی اور اپنے بابا امام حسینؑ سے اذن جہاد طلب کیا۔ اس کے بعد امام حسینؑ کے ''لاحق'' نامی گھوڑے پر

سوار ہو کر میدان کی طرف چلے۔ آپ نے جنگ شروع کر دی جبکہ آپ رجز پڑھتے جا رہے تھے:

☆ میں علی کا بیٹا علی ہوں، خانہ کعبہ کے رب کی قسم! ہم نبی کے قرب کے زیادہ حقدار ہیں۔

☆ خدا کی قسم! زنازادے کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کر سکے گا۔

☆ ہاشمی قریشی جوان کی طرح تلوار چلاؤں گا۔

امام حسینؑ نے ناامیدی کے ساتھ اپنے جوان فرزند کو دیکھا، آپؑ کے آنسو جاری ہو گئے اور عمر سعد کو مخاطب کر کے بلند آواز سے فرمایا: تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ خدا تیری نسل کو منقطع کر دے جس طرح تو میری اولاد کو قتل کر رہا ہے اور تو نے رسول خدا سے میری قرابت کا خیال نہیں رکھا۔ خدا تجھ پر میرے بعد ایک ایسے شخص کو مسلّط کرے جو تجھے تیرے بستر پر قتل کر دے۔

پھر اپنی سفید داڑھی کو آسمان کی طرف کر کے کہنے لگے: پروردگار! تو اس قوم جفا کار کے مظالم پر شاہد رہنا کہ ان کی طرف ایسا جوان جا رہا ہے جو تیرے رسول سے گفتار، کردار، اور رفتار میں سب سے زیادہ مشابہ ہے اور جب بھی ہم کو رسول کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تھا ہم اس کی زیارت کر لیتے تھے۔ پروردگار! زمین کی برکتوں کو ان سے اٹھا لے، انہیں پراکندہ کر دے، انہیں ایک دوسرے سے جدا کر دے اور ان کی جماعت کو متفرق کر دے اور ان کے حکمرانوں کو ان سے کبھی راضی نہ کر کیونکہ ان لوگوں نے ہمیں دعوت دے کر بلایا تا کہ ہماری مدد کریں لیکن ہم سے دشمنی کر کے ہم پر تلوار کھینچی۔

اس کے بعد اس آیہ مجیدہ کی تلاوت فرمائی: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ، اللہ نے آدمؑ، نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو منتخب کرلیا ہے۔ یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (آل عمران آیت، ۳۳، ۳۴)

حضرت علی اکبرؑ نے دشمن کے میمنہ پر حملہ کر دیا اور اس کے بعد میسرہ پر اور ایک سو بیس (۱۲۰) سواروں کو واصل جہنم کیا۔

ایک ایسا وقت آیا کہ حضرت علی اکبرؑ پر پیاس کا غلبہ ہوا اور اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں واپس آئے تاکہ تھوڑا آرام کرلیں اور اپنے بابا کو اپنی پیاس سے باخبر کریں۔ عرض کرنے لگے: بابا! پیاس مارے ڈال رہی ہے اور اسلحے کے وزن نے تھکا دیا ہے کیا پانی کا کوئی قطرہ مل سکتا ہے؟

امام حسینؑ گریہ کرنے لگے اور فرمایا: واغوثاہ! عنقریب تم اپنے دادا سے ملنے والے ہو اور وہ پانی سے لبریز ایک پیالہ تمہیں دیں گے جس کے بعد تمہیں کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ اس کے بعد علی اکبرؑ کی زبان کو اپنے منہ میں رکھا اور انہیں ایک انگوٹھی دی تاکہ اسے اپنے منہ میں رکھیں۔

☆ بابا! مجھے ایک گھونٹ پانی پلادیں تاکہ میں تازہ دم ہوکر میدان جنگ میں واپس جاؤں۔

☆ بابا! میرے دادا کی قسم! پیاس کی شدت، سورج کی تپش اور جنگ کی وجہ سے میرے جگر میں آگ لگی ہوئی ہے۔

☆ بیٹا! تیری یہ باتیں میرا کلیجہ جلا رہی ہیں کیونکہ میں تیری خواہش کو پورا نہیں کر سکتا۔

☆ میرا جگر جلا دیا اور میری جان لبوں پر آ گئی ہے۔ بیٹا! تجھ سے یہی کہوں گا کہ صبر کر لے اور اللہ کو اپنا شاہد اور گواہ بنا لے۔

☆ علی اکبرؑ نے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کے ساتھ اپنے بابا سے کہا: آپ پر میری جان قربان ہو۔

☆ بابا! آپ مجھے صبر کی تلقین کر رہے ہیں جبکہ صبر کی وجہ سے میری جان لبوں پر آ چکی ہے۔

حضرت علی اکبرؑ میدان جنگ کی طرف واپس چلے اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کی طرح دشمنوں کی طرف لپکے اور بڑی شدت کے ساتھ جنگ کی اور ۸۰ دشمنوں کو واصل جہنم کیا۔ اور آپ کے ہاتھوں واصل جہنم ہونے والوں کی تعداد ۲۰۰ تک پہنچ گئی۔

مرہ ابن منقذ عبدی نے کہا: تمام عرب کا گناہ میری گردن پر ہو اگر میں اس جوان کے غم سے اس کے باپ کے دل کو داغدار نہ کر دوں۔ اور نیزے سے علی اکبرؑ کی کمر اور تلوار سے سر پر وار کر دیا جس کی وجہ سے تلوار علی اکبرؑ کی پیشانی تک آ گئی۔

علی اکبرؑ (سے سنبھلا نہیں گیا اور انہوں) نے اپنے گھوڑے کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ گھوڑا انہیں دشمن کے لشکر کے درمیان لے گیا۔ دشمنوں نے چاروں طرف سے علی اکبرؑ کو گھیر لیا اور اپنی تلواروں سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

علی اکبرؑ نے بلند آواز سے فریاد کی: اے ابا عبداللہ! آپ پر میرا اسلام ہو۔ بابا! میرے دادا نے مجھے پانی سے بھرے جام سے سیراب کر دیا ہے جس سے مجھے

دوبارہ پیاس نہیں لگے گی اور کہہ رہے ہیں کہ: آپ (امام حسینؑ) کے لئے بھی ایک جام تیار رکھا ہوا ہے۔

امام حسینؑ علی اکبرؑ کے پاس آئے اور خود کو گھوڑے سے زمین پر گرادیا۔ اپنے چہرے کو علی اکبر کے چہرے پر رکھا اور فرمایا: بیٹا! تیرے بعد دنیا کے سر پر خاک ہو۔ اللہ کے مقابلے میں ان کی یہ کیسی جرات ہے؟ اور رسول خداؐ کی ہتک حرمت کی کیسی جرات ہے؟ تیرے دادا اور باپ کے لئے یہ گراں ہے کہ تو انہیں پکار رہا ہے اور وہ جواب نہیں دے پا رہے، تو ان سے مدد مانگ رہا ہے اور وہ تیری مدد نہیں کر پا رہے ہیں۔

☆ روتے ہوئے اپنے بیٹے کی طرف گئے اور خود کو گھوڑے سے زمین پر گرا دیا۔

☆ تیرے بعد اس دنیا پر خاک ہو، اے کاش زندگی نابود ہو جائے۔

☆ ان کے پاس بیٹھے اور ان کے خاک و خون آلود بدن کو دیکھنے لگے۔

☆ ان کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے بدن کو حسرت سے دیکھ کر خود کو ان کے بدن پر گرادیا۔

☆ میرے بیٹے! مرتے وقت کون تمہارے سرہانے تھا اور کس نے تیری آنکھیں بند کیں۔

☆ اے میری آنکھوں کے نور! تلوار کی ہر ضرب جو تیرے بدن پر لگتی تھی گویا وہ میرے دل پر لگتی تھی اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی۔

اس کے بعد امامؑ نے علی اکبرؑ کے پاکیزہ خون کو اپنے چلّو میں لیا اور آسمان کی

طرف پھینکا جس میں سے ایک قطرہ بھی واپس نہیں آیا۔

جوانوں کو حکم دیا کہ علی کو اٹھالیں۔ انہیں قتل گاہ سے اٹھا کر اس خیمے کے کنارے رکھا گیا جس کے سامنے وہ جنگ کر رہے تھے۔

خاندان وحی کی خواتین علی اکبر کی طرف دیکھتی تھیں جبکہ انہیں (جوانوں نے) زمین سے بلند کیا ہوا تھا۔ علی اکبرؑ خون میں لت پت تھے گویا ایک لال عبا زیب تن کئے ہوئے ہوں اور ان کا جسم تلوار اور نیزے کے زخموں کی وجہ سے جگہ جگہ سے جدا ہوا تھا۔

خواتین غم واندوہ سے بھرے دل، پریشاں بالوں کے ساتھ ایسا نالہ وفریاد کر رہی تھیں جس سے ملکوت کے کان بہرے ہو جائیں۔ خواتین علی اکبرؑ کے استقبال کے لئے آگے بڑھیں اور ان میں سب سے آگے عقیلہ بنی ہاشم زینب کبریٰ، دختر رسول فاطمہ کی بیٹی تھی جو آہ وفغاں کر رہی تھی۔

☆ بنی ہاشم کے جوان سب آئے اور لاش مطہر علی اکبرؑ کو خیمے کے دروازے تک پہنچایا۔ امامؑ نے ایک غم بھری نگاہ ان پر ڈالی۔

☆ زینب کبریٰ اور دوسری خواتین گریہ و زاری کرتے ہوئے اور منہ پر طمانچے مارتے ہوئے خیموں سے باہر آئیں۔

☆ اپنے آپ کو علی اکبرؑ کے جسم اقدس پر گرایا اور اپنے بالوں کو ان کے خون سے رنگین کر دیا۔

☆ پھوپھی کی جان! کاش میں مر جاتی اور تجھے اس حال میں نہ دیکھتی۔

علی اکبرؑ کے بعد مسلم ابن عقیل ابن ابی طالب کے فرزند عبداللہ میدان

میں آئے جن کی ماں رقیہ کبریٰ بنت امیر المومنینؑ تھیں۔ آپ کہہ رہے تھے:

☆ آج اپنے بابا مسلم اور ان بہادروں سے ملاقات کروں گا جو رسول خداؐ کے دین پر ثابت قدمی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

آپ نے تین حملے کئے جن میں کئی اشقیاء کو واصل جہنم کیا۔ یزید ابن رقاء جہنی نے ان کا نشانہ لے کر ایک تیر پھینکا۔ عبداللہ نے تیر کو اپنے ہاتھ سے روکنا چاہا مگر وہ تیر ہاتھ سمیت عبداللہ کی پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ بڑی کوشش کی مگر وہ اُسے اپنی پیشانی سے نکال نہ سکے۔

پس کہا: پروردگار! انہوں نے ہمیں کم سمجھا اور ہمیں ذلیل کرنا چاہا پس تو ان کو ایسے ہی قتل کر دے جس طرح یہ ہمیں قتل کر رہے ہیں۔ آپ اسی حالت میں تھے کہ ایک آدمی نے نیزے سے ان کے دل پر حملہ کر دیا اور آپ نے جام شہادت نوش کر لیا۔ اس وقت یزید ابن رقاء عبداللہ کی طرف آیا اور تیر کو ان کی پیشانی سے نکالنے لگا لیکن تیر کا سرا عبداللہ کے بے جان سر میں ہی رہ گیا۔

جب عبداللہ ابن مسلم شہید ہو گئے تو اولاد ابوطالب نے ایک ساتھ حملہ کر دیا۔

امام حسینؑ نے بلند آواز سے فرمایا: میرے چچا زاد بھائیو! موت پر صبر کرو، خدا کی قسم! آج کے دن کے بعد ذلت و خواری نہیں دیکھو گے۔

عون ابن عبداللہ ابن جعفر طیار شہید ہو گئے جن کی ماں زینب کبریٰ تھیں۔

ان کے بعد ان کے بھائی محمد بھی شہید ہو گئے جن کی ماں خوصاء تھیں۔

پھر عبدالرحمن ابن عقیل ابن ابی طالب۔

اوران کے بھائی جعفرابن عقیل۔

اورمحمدابن مسلم ابن عقیل بھی شہید ہو گئے۔

اورامام حسن مجتبیٰ کے فرزند حسن مثنیٰ کو''۱۸'' زخم لگے اوران کا دایاں ہاتھ بھی کٹ گیالیکن شہید نہیں ہوئے۔

اورابوبکرابن امیرالمومنینؑ جن کا نام محمد تھا زجرابن بدر نخعی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

عبداللہ ابن عقیل بھی میدان میں گئے اوراس حدتک تلوار چلائی کہ زخموں کی کثرت کی وجہ سے بے حال ہو گئے اور زمین پر گرے۔عثمان ابن خالد تمیمی نے آ کر عبداللہ کا سرتن سے جدا کر دیا۔

امام حسنؑ کے فرزندابوبکر جن کا نام عبداللہ اکبراوران کی ماں ام ولد تھی جنہیں رملہ کہا جاتا تھامیدان میں آئے اورجام شہادت نوش کرلیا۔

ان کے بعد ان کے بھائی قاسم میدان میں آئے، یہ دونوں ایک ہی ماں باپ سے تھے۔جب کہ قاسم اتنے چھوٹے تھے کہ ابھی حد بلوغ تک نہیں پہنچے تھے۔ جب امام حسینؑ کی نگاہ ان پر پڑی تو انہیں اپنی آغوش میں اٹھایا اور رونے لگے۔اس کے بعد انہیں اذن جہاد عطا کر دیا۔

☆ حضرت زینبؑ قاسم کا بوسہ لے رہی تھیں اورسکینہ اس کے گھوڑے کی رکاب درست کرنے لگی۔

☆اس کی پریشان ماں بھی خیمے سے باہر آ گئی اور کہا:

☆ میرے بیٹے! کمر ہمت باندھواوراپنے چچا کی مدد کرنے سے دریغ نہ کرنا۔

☆تمہیں میں نے اس جیسے دن کے لئے پالا ہے اور میری خواہش کو رائگاں جانے نہ دینا۔

☆ قاسم اپنے نیزے کو ہلاتے ہوئے رجز پڑھ رہا تھا اور اپنی ماں سے کہنے لگا: مجھے اپنی نیک دعاؤں میں بھول مت جایئے گا۔

☆اے مادر گرامی! آپ کے کہے بغیر بھی میں میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار تھا۔

☆اور اپنے مظلوم چچا کی مدد کے لئے میں نے کمر ہمت باندھ لی ہے۔

☆اے مادر گرامی! آپ اور پھوپھی زینب میدان میں جانے کے لئے میرا حوصلہ بڑھائیں۔

☆ مادر گرامی! آپ سے ایک وصیت ہے اور آپ اسے غور سے سن لیں۔

☆اگر کسی جوان کو دیکھیں تو مجھے یاد کریں۔

☆ کیونکہ میں جوانی کے شروع میں ہی اپنی زندگی سے محروم ہو رہا ہوں۔

قاسم جنگ کے لئے چلے تو ان کا چہرہ چاند کا ٹکڑا لگ رہا تھا، ان کے ہاتھ میں تلوار اور بدن پر پیراہن اور شلوار اور پاؤں میں نعلین تھے۔

وہ پیدل تھے اور انہوں نے تلوار ہاتھ میں لئے جنگ کرنا شروع کر دی کہ اچانک بائیں پیر کے نعلین کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ فرزند رسول نے عار محسوس کیا کہ ننگے پاؤں میدان میں رہے اسی لئے رک گئے تا کہ تسمے کو باندھ لے۔ اس بڑے اجتماع سے انہیں کوئی خوف نہیں تھا اور انہوں نے ان ہزاروں لوگوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

اور جب وہ تسمہ باندھ رہے تھے تو عمرو ابن سعد ابن نفیل ازدی نے ان پر

حملہ کر دیا۔

حمید ابن مسلم ابن عمرو نے کہا: اس بچے سے کیا چاہتے ہو؟ اس گروہ نے اس کا گھیراؤ کیا ہوا ہے کیا یہ تمہارے کے لئے کافی نہیں ہے؟

اس نے کہا: خدا کی قسم! میں ضرور اس پر حملہ کروں گا۔ یہ کہہ کر وہ حملے کے لئے لپک پڑا اور شہزادے کے سر پر تلوار سے وار کر دیا جس کی وجہ سے قاسم منہ کے بل زمین پر آرہے...!

آواز دی: چچا جان!

قاسم کی ماں پریشانی کے عالم میں دروازے پر کھڑی دیکھ رہی تھی۔

امام حسینؑ غضبناک شیر کی طرح آئے اور عمرو پر تلوار سے وار کر دیا، اس نے اپنے ہاتھ سے وار کو روکنا چاہا جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ کہنی سے جدا ہو گیا۔

اس نے ایسی چیخ ماری کہ پورے لشکر نے سنی۔ ابن سعد کے سواروں نے اسے بچانے کے لئے حملہ کر دیا لیکن گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو کر ہلاک ہو گیا۔

جب گرد و غبار بیٹھ گیا تو حسینؑ اس شہزادے کے سرہانے کھڑے تھے جن کے جسم سے روح پرواز کرنے والی تھی اور وہ دونوں پاؤں زمین پر رگڑ رہا تھا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: یہ قوم اللہ کی رحمت سے دور رہے جس نے تجھے قتل کیا ہے اور قیامت کے دن تیرا نانا ان کا دشمن ہو۔

پھر فرمایا: خدا کی قسم! تیرے چچا کے لئے یہ گراں ہے کہ تو اسے مدد کے لئے پکارے اور وہ تیری مدد نہ کر سکے۔ اور جب مدد کرے تو اس کا تجھے کوئی فائدہ نہ ہو۔ خدا کی قسم! اس کی تنہائی زیادہ ہے اور مدد کرنے والے کم۔

☆ امام حسینؑ نے روتے ہوئے فرمایا: قاسم! کاش میں تم سے پہلے مر چکا ہوتا تاکہ تیرے سامنے شرمندہ نہ ہوتا۔

☆ چچا کی جان! اے قاسم! مجھے ان سخت لمحوں میں کیوں اکیلا چھوڑ رہے ہو۔

☆ اے قاسم! مجھے اپنے زخموں کے بارے میں بتاؤ اور انہیں دیکھنے دو۔

☆ اگر موت نے مجھے مہلت دی تو غم زدہ دل اور خون کے آنسو بہا کر تجھ پر ہمیشہ گریہ کروں گا۔

قاسم کو امام حسینؑ نے اٹھایا اور اس کے سینے کو اپنے سینے سے لگایا اور (جب قاسم کو مقتل سے اٹھایا تو) اس نوجوان کے پاؤں زمین میں کھینچ رہے تھے۔ اسے بھی علی اکبرؑ اور دوسرے شہداء کے مبارک جسموں کے ساتھ رکھا۔

☆ قاسم کا لاشہ دوسرے شہداء کے لاشوں کے ساتھ رکھا اور خون آلود جسموں کے پاس بیٹھ کر گریہ کرنے لگے۔

☆ جب خواتین نے امامؑ کے رونے کی آواز سنی تو قاسم کی ماں تکبیر کی صدا بلند کرتے ہوئے خیمے میں داخل ہوئی۔ اے میرے بیٹے! اے نئے دولہے! تجھے شہادت مبارک ہو کہ پھولوں کی جگہ تجھے تیروں اور نیزوں کے ساتھ رخصت کیا۔

☆ تیرے سر کا خون تیری شادی کی مہندی تھا اور جو تیر تیرے سر پر لگے ہیں وہ تیری شادی کا سہرا تھے۔

اس کے بعد امام حسینؑ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور عرض کرنے لگے: پروردگار! اس گروہ کو نیست و نابود کر دے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ رکھ اور انہیں کبھی

نہ بخش۔

حضرت عباسؑ نے جب اپنے خاندان کے اکثر جانبازوں کو شہید دیکھا اپنے بھائیوں عبداللہ، جعفر اور عثمان سے فرمایا جو امیر المومنینؑ کے بیٹے تھے اور ان کی ماں ام البنین تھیں: بھائیو! آگے بڑھو تاکہ نظر آئے کہ تم نے خدا اور اس کے رسول کی خاطر نصیحت کی۔

اور عبداللہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے جو عثمان اور جعفر سے بڑے تھے: اے بھائی! آگے بڑھو تاکہ تمہیں شہید دیکھوں اور تم سے راضی ہو جاؤں۔

حضرت ابوالفضلؑ کے سامنے تینوں نے جنگ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر لیا۔

اپنے تمام ساتھیوں اور اہل بیت کی شہادت کے بعد حضرت عباسؑ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ امام حسینؑ کے پاس اب کوئی نہیں بچا اور کسی مددگار کی امید نہیں تھی۔ اور ابوالفضلؑ کے کان خواتین کے رونے کی آوازوں اور بچوں کی العطش کی صداؤں سے پُر ہو چکے تھے لہٰذا اپنے بھائی سے اذن جہاد طلب کیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: میرے بھائی! تم میرے علمدار ہو۔

حضرت عباسؑ نے عرض کیا: میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ منافقین کی اس جماعت سے خون کا بدلہ لوں۔

امام حسینؑ نے حکم دیا کہ بچوں کے لئے پانی کا تھوڑا انتظام کر لو۔

حضرت عباسؑ لشکر کی طرف چلے انہیں وعظ و نصیحت کرنے لگے اور جبار کے غضب سے ڈرانے لگے لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

آپؑ نے بلند آواز سے کہا: اے عمر ابن سعد! یہ حسینؑ رسول خدا کی دختر کے فرزند ہیں جن کے اصحاب اور اہل بیتؑ کو تم نے شہید کر دیا اور یہ حسینؑ کے گھر والے اور ان کی اولاد ہے جو پیاسے ہیں۔ انہیں تھوڑا پانی دے دو کیونکہ پیاس نے ان کے جگر جلا ڈالے ہیں۔ اور آپ (امام حسینؑ) فرمارہے ہیں کہ: مجھے روم یا ہند کی طرف جانے دو، حجاز اور عراق کو تمہارے لئے چھوڑ دیتا ہوں۔

شمر نے بلند آواز سے کہا: اے ابوتراب کے بیٹے! اگر پوری دنیا پانی ہو جائے اور ہمارے قبضے میں ہو تو جب تک یزید کی بیعت نہ کرلو اس کا ایک قطرہ بھی تمہیں نہیں دیں گے۔

آپ مجبوراً بھائی کی خدمت میں واپس آئے تا کہ جو دشمن سے جواب سنا تھا وہ ان تک پہنچا دیں۔ بچوں کی العطش کی آوازیں عباسؑ کے کانوں میں پڑنے لگیں۔ ابوالفضل کی ہاشمی غیرت جاگی، اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مشکیزہ لے کر فرات کی جانب روانہ ہوئے۔

چار ہزار دشمنوں نے ان کا محاصرہ کیا اور ان کے بدن مبارک پر تیروں کی بارش کر دی۔ آپ نے ان کی تعداد کی کوئی پرواہ نہیں کی اور ان کی کثرت آپ کو خوفزدہ نہیں کر پائی۔

آپ نے ان پر حملہ کر دیا اور تلوار سے وار کرنے لگے لیکن کسی میں ان کے سامنے آنے کی جرأت نہیں تھی۔ لشکر کو فرات سے تتر بتر کر دیا۔ خود کو پانی تک پہنچایا، چلّو میں پانی بھرا تا کہ تھوڑا پانی پی لیں۔ لیکن آپ کو حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کی پیاس یاد آئی۔ چلّو سے پانی گرا دیا اور فرمایا:

☆اے نفس! حسین کے بعد ذلت وخواری میں پڑ وگی اور میں نہیں چاہتا کہ ان کے بعد زندہ رہو۔

☆حسین پیاسے موت کی طرف جارہے ہیں جبکہ تو ٹھنڈا پانی پی رہی ہے؟

☆ خدا کی قسم! یہ کام میرے دین اور عقیدے کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔

۞۞۞

☆میں کیسے پانی پی لوں جبکہ حسین اوراس کے گھر والے سب پیاسے ہیں؟

☆بیمار (زین العابدین) کا جگر گویا پیاس کی شدت سے جل چکا ہے اس کے باوجود میرے لبوں پر پانی زہر کی طرح ہوگا۔

☆حسین سے پہلے اس آب حیات کا ایک قطرہ بھی نہیں پیوٗں گا۔

☆میرا گمان ہے کہ حسین کا شیر خوار بچہ پیاس کی شدت سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہوگا یا شاید زندہ ہو لیکن اس کی عمر بہت کم رہ گئی ہوگی۔

پانی سے مشکیزہ کو بھر لیا اور گھوڑے پر سوار ہو گئے اور خیموں کی طرف چلے۔ فوج اشقیاء نے ان کا راستہ روکا۔ انہوں نے فوج پر حملہ کر دیا اور ایک بڑی تعداد کو واصل جہنم کیا اور انہیں راستے سے دور کر دیا اور فرمایا:

☆موت جب میری طرف رُخ کرتی ہے تو میں اس سے نہیں ڈرتا یہاں تک کہ خدا کی مدد سے جنگجوؤں کے سروں کوتن سے جدا کر دوں۔

☆میں عباس ہوں جسے سقائیت کا رتبہ ملا ہے اور میں پانی ضرور پہنچاؤں گا، میں حق وباطل سے مڈبھیڑ کے دن کبھی بھی باطل کی شرانگیزیوں سے نہیں ڈرتا۔

اچانک زید ابن ورقا ذجہنی جو کھجور کے درخت کے پیچھے کمین گاہ میں بیٹھا ہوا تھا کمین گاہ سے نکل کر آپ کے دائیں بازو پر وار کرتا ہے جس کی وجہ سے آپ کا دایاں بازو شہید ہو گیا۔ آپ نے تلوار بائیں ہاتھ میں لی اور دشمنوں پر حملہ کرتے ہوئے فرمایا:

☆ خدا کی قسم اگر چہ تم نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا ہے لیکن میں ہمیشہ اپنے دین اور اپنے سچے یقین والے امام کی حمایت کرتا رہوں گا جو طاہر وامین نبی کے نواسے ہیں۔

۞۞۞

حضرت عباسؑ اپنے ہاتھ کی پرواہ کئے بغیر حسینؑ کے بچوں اور گھر والوں تک پانی پہنچانے کے لئے اپنی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔

حکیم ابن طفیل ایک کھجور کے درخت کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا جیسے ہی حضرت عباسؑ کا وہاں سے گزر ہوا، اس نے درخت کی اوٹ سے نکل کر آپ کے بائیں بازو پر وار کر دیا اور اسے تن سے جدا کر دیا۔ اُس وقت حضرت عباسؑ نے یہ رجز پڑھا:

اے نفس! کفار سے نہ ڈر، تجھے رحمت جبار کی بشارت ہو، سید و سردار نبی مختار کے ہمسائے کی۔ انہوں نے دھوکے سے میرا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ پروردگار! تو انہیں جہنم کی آگ کی گرمی چکھا دے۔

بہت سے دشمنوں نے مل کر آپؑ پر حملہ کر دیا۔ اور تیروں کی بارش ہونے لگی۔

مشکیزے پر ایک تیر لگا جس کی وجہ سے پانی بہہ گیا۔

ایک تیر اُن کے سینے پر لگا اور تیسرا تیر اُن کی آنکھ پر لگا۔

اور ایک ملعون نے آپؑ کے سر پر گرز مارا جس سے آپ کا سر پھٹ گیا۔ آپ زمین پر گرے اور بلند آواز سے کہنے لگے: آپ پر میرا اسلام ہو اے ابا عبداللہ! بھائی!

میری مدد کو آیئے۔

امام حسینؑ نے خود کو ان تک پہنچایا۔ اپنے بھائی کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے دونوں ہاتھ کٹ چکے ہیں اور ان کی آنکھ میں تیر لگا ہوا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اب میری کمر ٹوٹ گئی، راہ و چارہ تدبیر مسدود ہو گئی اور دشمن مجھ پر طعنہ زن ہے۔

☆ امام حسینؑ خیمہ گاہ سے نہر علقمہ کی طرف چلے اور گریہ وزاری کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: میرے بھائی! کہاں زمین پر گرے ہوئے ہو؟

☆ اے میری آنکھوں کے نور! دنیا میری نگاہوں میں تاریک ہو گئی ہے اور مجھے راستہ نظر نہیں آ رہا ہے۔

☆ اے میرے بھائی! آپ کی دوری کے داغ نے میری کمر توڑ دی ہے اور غم واندوہ نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔

☆ تیرے نہ ہونے سے دشمن مجھے تنہا سمجھ رہا ہے اور میری مدد کو آنے والا کوئی نہیں ہے۔

☆ میرے بھائی! تیرے ہاتھ کہاں کٹ کر گرے ہیں اور تیرا علم اور مشکیزہ کہاں ہے؟

☆ اے ابو فاضل! کیا ایسا دن کبھی آئے گا جس میں تو واپس آجائے اور میں تمہیں دوبارہ دیکھنے کی فرصت پا سکوں۔

جب امام حسینؑ ابوالفضلؑ کے پاس پہنچے تو ابوالفضل ان کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کرنے لگے:

میرے مولا! کیا کرنا چاہ رہے ہیں؟

فرمایا: آپ کو خیمہ گاہ لے جانا چاہتا ہوں۔

☆حسین میرے بھائی! مجھے اس جگہ اپنے حال پر چھوڑ دو۔ امام حسینؑ نے عباس کی اس خواہش کی وجہ دریافت کی۔

☆انہوں نے جواب میں کہا: کیونکہ میں نے سکینہ سے پانی کا وعدہ کیا ہے اور وہ میری راہ تک رہی ہوگی۔

☆عباس! سکینہ آپ کے انتظار میں ہے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ آپ اس حال میں زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔

☆کس قدر تلخ ہے کہ جلتی دھوپ میں تشنہ لبی کے ساتھ جان دے دو۔

تھوڑی دیر بعد حضرت ابوالفضل نے اپنی جان خالق کے سپرد کی جبکہ امام حسینؑ ان کے سرہانے موجود تھے۔

امام حسینؑ خیموں میں واپس آئے جبکہ آپؑ شکستہ دل، غمگین اور گریہ کر رہے تھے اور اپنی آستینوں سے آنسو پونچھ رہے تھے۔ دشمن کا لشکر امامؑ کے خیموں کے سامنے جمع ہو گیا تھا۔ پس آپؑ نے ندا دی:

کیا کوئی ہے جو ہماری فریاد کو پہنچے؟ کیا کوئی ہے جو ہمیں پناہ دے؟ کیا کوئی حق کا طلبگار ہے جو ہماری مدد کرے؟ کیا کوئی ہے جو جہنم کی آگ سے ڈرے اور ہمارا دفاع کرے؟

سکینہ آگے بڑھی اور چچا کے بارے میں سوال کیا۔

آپؑ نے سکینہ کو چچا کی شہادت کے بارے میں خبر دی، جیسے ہی حضرت

زینبؑ نے یہ خبر سنی تو فریاد کرنے لگی:

ہائے بھائی! ہائے عباس! وائے ہو ہماری حالت پر تیرے بعد۔

☆ حسینؑ! کیوں اکیلے ہمارے پاس آئے ہو، پس علمدار کربلاؑ کہاں ہیں؟

☆ جب امام حسینؑ نے اپنی بہن زینبؑ کی آواز سنی تو ان کے آنسو جاری ہو گئے۔

☆ بہتے آنسوؤں کے ساتھ زینبؑ سے کہا کہ میں نے اپنے پشت پناہ کو کھو دیا ہے۔

☆ میری جان زینب! اپنے حامی کی شہادت کے ساتھ ہی میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔

☆ میری زینب! میں نے اپنے علمدار اور بھائی عباس کو کھو دیا ہے۔

☆ اور بغیر کسی مددگار کے تنہا رہ گیا ہوں اور دشمن زیادہ جرأت کے ساتھ مجھ پر حملہ آور ہو رہا ہے۔

خواتین گریہ کر رہی تھیں اور امام حسینؑ بھی ان کے ساتھ رو رہے تھے اور فرماتے تھے: وائے ہو تیرے بعد ہماری حالت پر۔

جب حضرت عباسؑ شہید ہو گئے تو امام حسینؑ نے اردگرد نظر دوڑائی لیکن کوئی ایسا نظر نہیں آیا جو مدد کرے۔

اور اپنے اصحاب اور بنی ہاشم کے جوانوں پر ڈالی جو سب کے سب شہید ہو گئے تھے اور جب امام حسینؑ نے بیوہ عورتوں کے رونے اور بچوں کی فریاد کی آوازیں سنیں تو بلند آواز سے کہنے لگے:

کیا کوئی ہے جو حرم رسول خداؐ کا دفاع کرے؟

کیا کوئی خدا پرست ہے جو ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈرے؟

کیا کوئی استغاثہ سننے والا ہے جو اللہ سے جزا کی امید میں ہماری فریاد کو پہنچے؟

خواتین نے جب آپ کی صدائے استغاثہ سنی تو ان کی گریہ و زاری کی آوازیں مزید بلند ہونے لگیں۔

حضرت امام سجادؑ بیمار ہونے کی وجہ سے حرکت نہیں کر سکتے تھے، امامؑ کا استغاثہ سن کر عصا کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے اور تلوار کو گھسیٹتے ہوئے باہر نکلے۔

امام حسینؑ نے ام کلثوم کو آواز دی: انہیں واپس لے جائیں کیونکہ نسل محمدؐ سے زمین کو خالی نہیں ہونا چاہیے۔ پس ام کلثوم انہیں واپس لے گئیں۔

☆ میرے بھائی حسین! آپ نے استغاثہ کی صدا بلند کی لیکن آپ کے سارے ساتھی شہید ہو چکے ہیں۔

☆ میں اپنے بابا کو کیسے آپ کی مدد کے لئے پہنچا سکتی ہوں؟

☆ کیا بنی امیہ جنگ بدر اور حنین کا بدلہ لینے کے لئے آپ سے جنگ کر رہی ہے؟

☆ اپنا انتقام وہ ''اے'' افراد سے لے چکے ہیں اور سب نے مل کر حسین پر حملہ کر دیا۔

اس کے بعد اپنے اہل خانہ کو چُپ کرا کے ان سے الوداع کیا۔ آپ نے ایسا کپڑا زیب تن کیا جو گہرے رنگ کا تھا، ایسا عمامہ سر پر رکھا جس پر پھول کا نقش بنا ہوا تھا اور اسی سے گیسو کے مانند دو شاخیں نکالیں اور رسول خداؐ کی چادر اس پر لپیٹی اور تلوار کو گلے میں حمائل کیا۔

اور لباس کے اندر پہننے کے لئے ایک ایسی قمیص منگوائی جسے اٹھانے کی کسی کے دل میں رغبت نہ ہو، تا کہ شہید ہونے کے بعد (اس قمیص کے لالچ میں) کوئی اسے نہ اتارے۔

آپ کے لئے تبّان (چھوٹی یا کوتاہ شلوار) لائی گئی تو امامؑ نے اسے نہیں پہنا کیونکہ یہ ذلت کا لباس شمار ہوتا تھا۔

آپ نے دوسری پرانی قمیص منگوائی اور اسے جگہ جگہ سے پھاڑ دیا اور اسے اپنے لباس کے نیچے پہنا اور اس کے بعد ایسی شلوار مانگی جو ملائم تھی اور اسے بھی پھاڑ کر پہن لی۔ اسے پھاڑ کر پہننے کی وجہ یہ تھی کہ اسے غارت کر کے نہ لے جائیں۔

اپنے دودھ پیتے بچے کو منگوایا تا کہ اس سے الوداع کریں۔ زینبؑ اور ربابؑ عبداللہ کو لے کر آئیں۔

امامؑ نے عبداللہ کو گود میں لیا اور اسے پیار کرتے ہوئے فرمایا: افسوس ہو اس قوم پر، جس دن تیرا نانا مصطفٰی ان سے خصومت رکھے گا۔

اس کے بعد اسے لشکر کی جانب لے کر آئے تا کہ اس کے لئے پانی طلب کریں۔ حرملہ ابن کاہل اسدی نے ایک تیر اس بچے کی طرف چلایا اور اس بچے کو باپ کی گود میں ہی ذبح کر دیا۔

امام حسینؑ نے اس کے خون کو اپنی ہتھیلی میں لیا اور آسمان کی طرف اچھال دیا۔ اس خون میں سے ایک قطرہ بھی زمین کی طرف واپس نہیں آیا۔

☆ وائے ہو اس دن پر جب شیر خوار بچے نے باپ کی آغوش میں جان دے دی۔

☆اپنی ہتھیلی کو بچے کے گلے کے خون سے پُر کیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا اور اس میں سے ایک قطرہ بھی زمین پر واپس نہیں آیا۔

☆ اپنے بچے کے کٹے ہوئے گلے اور چہرے کی طرف دیکھا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

☆میرے بیٹے! مجھے اپنے گلے پر لگنے والے تیر کے بارے میں بتا اور بتا کہ پیاس کی حالت میں گلہ کاٹنے کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟

اس کے بعد امام حسینؑ نے فرمایا: پروردگار! چونکہ تو دیکھ رہا ہے لہٰذا جو بھی مجھ پر گزرے سب آسان ہے۔

معبود! میرا شیرخوار تیرے نزدیک ناقۂ صالح سے کم نہیں تھا اگر تو نے اس وقت ہماری مدد کرنے میں مصلحت نہیں سمجھی تو ہمارے لئے وہ چیز قرار دے جو ہمارے لئے بہتر ہو اور ہمارا انتقام اس ظالم قوم سے لینا۔ دنیا میں جو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے اسے آخرت میں ہمارے لئے ذخیرہ قرار دینا۔ پروردگار! تو اس قوم پر شاہد ہے جس نے تیرے رسول محمدؐ سے سب سے زیادہ شباہت رکھنے والے کو قتل کیا۔

امامؑ نے ایک آواز سنی کہ: اے حسینؑ! اسے چھوڑ دو کیونکہ جنت میں کوئی ہے جو اسے دودھ پلائے۔

آپؑ خیمہ گاہ میں زینب عقیلہ کی جانب روانہ ہوئے لیکن عبداللہ کی ماں کی طرف نہیں گئے کیونکہ ماں میں ہمت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے بچے کو اپنے سامنے قتل ہوا دیکھے۔

حضرت زینبؑ خیمے سے باہر تشریف لائیں اور بچے کی طرف دیکھا کہ اس

کے گلے کی رگیں کاٹ دی گئی ہیں اور گلے پر تیر موجود ہے اور بچے کے سینے پر خون بہہ رہا ہے۔

☆ میرے بھائی! بچے کو ڈھانپ دو کیونکہ اسے دیکھنے کی ہمت مجھ میں نہیں ہے۔

☆ مجھے ڈر لگتا تھا کہ کہیں یہ پیاس کی وجہ سے مر نہ جائے اور اسے آپ کے پاس لے آئی لیکن آپ اسے گلا کٹا ہوا واپس لائے۔

☆ اور جس چیز سے میں ڈرتی تھی وہی میرے سر آ گئی۔

امام حسینؑ گھوڑے سے اترے اور تلوار کی نیام سے گڑھا کھودا اور خون میں لت پت ننھے جسم کو دفن کر دیا اور اس پر نماز پڑھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بچے کی لاش کو (دفن کئے بغیر) دیگر شہداء کے درمیان رکھا...!

حضرت امام حسینؑ میدان جنگ کی طرف چلے جبکہ تلوار آپ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ زندگی سے مایوس ہو گئے تھے، آپ نے دشمنوں کو مقابلے کے لئے طلب کیا۔ جو بھی آپ کے مقابلے پر آتا آپ اسے واصل جہنم کرتے۔ آپ نے ایک کثیر تعداد کو واصل جہنم کیا۔

اس کے بعد لشکر کے دائیں طرف حملہ کر دیا اور فرما رہے تھے:

☆ موت، عار و ننگ قبول کرنے سے بہتر ہے اور عار و ننگ دوزخ کی آگ سے بہتر ہے۔

اس کے بعد میسرہ پر حملہ کر دیا جبکہ آپ فرما رہے تھے:

☆ میں حسین ہوں علی کا بیٹا، کبھی بھی ساز باز نہ کروں گا

☆ اپنے والد کی حریم کا دفاع کرونگا، اور اپنے نانا رسول اللہؐ کے دین پر استوار ہوں۔

عبداللہ ابن عمار ابن یغوث نے کہا:

میں نے کبھی نہیں دیکھا کسی کو حسین کی طرح جس (کے بازو ٹوٹ چکے ہوں اور اس) کے انصار اور بیٹے بھی قتل ہوئے ہوں اور وہ پھر بھی اتنا جری اور شجاع ہو۔

اور جب وہ ان پر حملہ کرتے تھے تو لشکر متفرق ہو جاتا اور کوئی اس کے مقابلے میں ثابت قدمی سے کھڑا نہیں ہو پاتا تھا۔

عمر ابن سعد نے چیخ کر اپنے لشکر سے کہا: یہ انزع بطین (یعنی شرک سے جدا اور علم سے مالا مال علی ابن ابی طالب) کا بیٹا ہے۔ یہ اس کا بیٹا ہے جو عرب کے شہسواروں کو دھول چٹاتا تھا۔ سب مل کر چاروں طرف سے اس پر حملہ کر دو۔

چار ہزار تیر امامؑ پر برسائے گئے اور دشمن آپ اور خیموں کے درمیان حائل ہو گیا۔

آپؑ نے بلند آواز سے فرمایا:

اے آل ابی سفیان کے پیرو کارو! اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور تم قیامت کے حساب و کتاب سے نہیں ڈرتے تو کم از کم اپنی دنیا میں آزاد اور جوانمرد رہو۔ اور اپنے حسب نسب کی طرف پلٹ جاؤ اگر تم عرب ہو جیسا کہ تمہارا گمان ہے۔

شمر کہنے لگا:

اے فاطمہ کے بیٹے! تم کیا کہہ رہے ہو؟

آپؑ نے فرمایا: میں تم سے جنگ کر رہا ہوں اور خواتین کا اس سلسلے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ ان سرکش لوگوں کو منع کرو کہ جب تک میں زندہ ہوں میرے حرم سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

☆ حرم کو چھوڑ کر مجھ سے مقابلہ کرنے چلے آؤ۔ اور اب میری شہادت کا وقت قریب آ چکا ہے اور اس کے آثار اور علامات نظر آنے لگے ہیں۔

۞۞۞

شمر نے کہا: آپ کی بات کو قبول کرتا ہوں۔ امامؑ نے لشکر پر حملہ کر دیا اور جنگ شدت اختیار کر گئی۔ امام کو پیاس زیادہ لگنے لگی۔ آپ نے عمرو ابن حجاج پر حملہ کر دیا جو چار ہزار فوجیوں کے ساتھ فرات پر پہرہ دے رہا تھا۔ لشکر کی صفوں کو تتر بتر کرتے ہوئے آپ نہر فرات میں داخل ہو گئے۔ گھوڑے نے پیاس کی شدت کی وجہ سے اپنا منہ پانی پر رکھ دیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا۔ میں پانی نہیں پیوں گا جب تک تو نہ پی لے۔ گھوڑا گویا امامؑ کی بات سمجھ گیا اور اس نے اپنے سر کو پانی سے اٹھا لیا۔

امام حسینؑ نے ہاتھ بڑھایا تا کہ پانی پی لیں لیکن ایک آدمی نے بلند آواز سے کہا: تم پانی پی رہے ہو جبکہ لشکر اہل حرم کی توہین کر رہا ہے۔

آپؑ پانی پیئے بغیر خیمے کی طرف چلے۔

☆ آپ خیمہ گاہ کی طرف واپس گئے اور اہل حرم سے کہا کہ: آخری وداع کے لئے تیار ہو جاؤ۔

☆ حرم کی خواتین نے امام کو گھیر لیا اور غمزدہ دل کے ساتھ اپنے آپ کو امام پر گرا دیا۔

☆ زینب آؤ یہ وداع میرا آخری وداع ہے۔

☆ کیونکہ تھوڑی دیر بعد خواتین مجھے شہید ہوئے دیکھیں گی۔

ایک مرتبہ پھر اہل حرم سے وداع کیا اور انہیں صبر کا حکم دے کر فرمایا: مصیبت اور بلا کے لئے تیار ہو جاؤ اور جان لو کہ پروردگار عالم تمہارا محافظ اور حامی ہے۔ اور وہ تمہیں دشمنوں کے شر سے نجات دے گا اور تمہاری عاقبت بخیر کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اور ان بلاؤں اور مصیبتوں کے عوض آپ کو مختلف نعمتیں اور کرامتیں عطا کرے گا۔ صبر کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہ دینا اور ایسی کوئی بات زبان سے نہ نکالنا جو ثواب اور قدر و منزلت کی کمی کا باعث بنے۔

امام حسینؑ نے اپنی بیٹی سکینہ کی طرف دیکھا جو تمام خواتین سے دور کھڑی گریہ وزاری کر رہی تھی۔ آپؑ سکینہ کے پاس گئے اور انہیں تسلی دے کر صبر کی نصیحت کی۔

☆ میری عزیز بیٹی! یہ میرا تم سے آخری دیدار ہے، میری تم سے ملاقات کا وعدہ حوض کوثر کے کنارے ہے۔

☆ میرے لئے گریہ نہ کرو، اپنے آپ کو اسیری کے لئے تیار کرلو، ابھی صبر سے کام لو کیونکہ اس کے بعد رونا زیادہ ہوگا۔

☆ جب میرے بدن کو زمین پر ٹکڑے ٹکڑے ہوئے دیکھو گی اور خون میری رگوں سے جاری ہوگا۔

☆ میرے بابا! ہم سب کو اپنے ساتھ میدان لے چلیں تا کہ ہم اپنی جانیں آپ پر قربان کر دیں۔

☆ بابا! کیا آپ سفر پر جانا چاہتے ہیں تا کہ پوچھوں کہ کتنے دن بعد واپس آؤ گے اور میں آپ کا انتظار کروں گی۔

☆ آپ کے اس سفر میں واپسی ہے یا نہیں؟

☆ اگر آپ کے سفر میں کوئی واپسی نہیں ہے تو مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔

عمر سعد نے کہا: وائے ہو تم پر! جب تک حسین اپنے اہل حرم میں مشغول ہے ان پر حملہ کر دو۔ اگر حسینؑ نے خود کو جنگ کے لئے آمادہ کر لیا تو میمنہ اور میسرہ کی تمیز باقی نہیں بچے گی۔

پس لشکر نے آپؑ پر حملہ کر دیا اور ان تیروں کی بارش کر دی۔ یہاں تک کہ خیموں کی رسیوں کے درمیان سے مسلسل تیر آنے لگے اور کچھ تیر خواتین کے کپڑوں میں پیوست ہو گئے جس کی وجہ سے خواتین خوف و ہراس کا شکار ہو گئیں اور گریہ وزاری کرتے ہوئے خیموں میں داخل ہو گئیں۔ اور امام حسینؑ کی طرف دیکھنے لگیں کہ آپؑ کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

آپؑ نے غضبناک شیر کی طرح دشمنوں پر حملہ کر دیا اور جس کسی کا آپ سے سامنا ہوتا تھا آپ اپنی تلوار سے اس کے دو حصے کر دیتے تھے۔ آپ پر ہر طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی جنہیں آپ اپنے سینے اور گلے سے روک رہے تھے۔ اور اپنے مرکز کی طرف رُخ کر رہے تھے اور مسلسل پڑھتے جا رہے تھے: لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اور ایسی حالت میں پانی مانگ رہے تھے...!

شمر نے کہا: پانی نہیں پی پاؤ گے جب تک آگ میں نہ چلے جاؤ۔

ایک آدمی نے بلند آواز سے کہا: اے حسین! کیا فرات کے پانی کو دیکھ رہے ہو ایسا لگ رہا ہے جیسے بہت سے سانپ لہرا رہے ہوں؟ اس میں سے تمہیں پینا نصیب نہیں ہوگا یہاں تک کہ پیاس کی شدت سے مر جاؤ۔

امام حسینؑ نے فرمایا: پروردگار! اسے پیاسا مارنا...!

(واقعہ کربلا کے بعد) یہ آدمی پانی مانگتا تھا۔ اسے پانی دیا جاتا تھا اور یہ جتنا پیتا تھا اس کے منہ سے واپس نکل جاتا تھا۔ یہی صورتحال رہی یہاں تک کہ پیاسا مر گیا۔

ابوالحتوف جعفی نے آپؑ کی طرف تیر پھینکا جو آپؑ کی پیشانی پر لگا۔ امامؑ نے اس تیر کو باہر نکالا جس کی وجہ سے آپؑ کے چہرہ مبارک پر خون بہنے لگا۔ آپؑ نے فرمایا: پروردگار! تو دیکھ رہا ہے کہ میں ان نافرمان بندوں کے ہاتھوں کس صورتحال کا سامنا کر رہا ہوں؟ خدایا! ان کی تعداد کو کم کر دے، انھیں نابود کر دے اور ان میں سے کسی ایک کو روئے زمین پر باقی نہ رکھ اور انہیں کبھی معاف نہ کر۔

اور بلند آواز سے فرمایا: اے بدترین امت! تم محمدؐ کے خاندان کے لئے کس قدر بری امت ہونے کا ثبوت دے رہے ہو؟ جان لو کہ میرے بعد تم کسی بھی بندۂ خدا کے قتل سے (خدا کا) خوف محسوس نہیں کرو گے کیونکہ تم نے مجھے قتل کر دیا ہے اس لئے کسی کا بھی قتل تمہارے لئے آسان عمل ہو جائے گا۔ خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ پروردگار تمہارے درمیان رکھنے کے بجائے مجھے شہادت سے نوازے گا اور تم سے میرا انتقام ایسے لے گا کہ تم سمجھ بھی نہ پاؤ گے...!

حصین نے کہا: اے فاطمہ کے بیٹے! خدا ہم سے کیسے انتقام لے گا؟

امامؑ نے فرمایا: تمہارے تعلقات کشیدہ ہوں گے، تمہارا خون بہایا جائے گا اور دردناک عذاب تم پر نازل کیا جائے گا۔

آپؑ میں جنگ کرنے کی مزید طاقت نہیں تھی۔ آپؑ رک گئے تاکہ تھوڑی دیر آرام کرسکیں۔ ایک ملعون نے آپ کی پیشانی پر پتھر مارا جس کی وجہ سے آپ کے چہرۂ اقدس سے خون بہنے لگا۔ آپؑ نے اپنے دامن سے اس خون کو صاف کرنا چاہا۔

اچانک ایک ملعون نے تیرِ سہ شعبہ آپ کی طرف پھینکا جو آپ کے سینۂ اقدس پر جالگا۔

☆ امام حسینؑ تھوڑی دیر کے لئے رکے تاکہ سانس بحال ہو جائے۔

☆ اُسی وقت دشمنوں نے آپ کی پیشانی اقدس پر پتھر مارا اور پیشانی سے خون اچھل کر نکلنے لگا۔

۞۞۞

☆ اپنے دامن کو اٹھایا تاکہ پیشانی کے خون کو صاف کرے۔

☆ لیکن دشمنوں نے زہریلے تیرِ سہ شعبہ سے آپ کے سینے کو نشانہ بنایا۔

آپؑ نے فرمایا: بِسۡمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ۔

آسمان کی طرف سر کو بلند کیا اور عرض کیا: پروردگار! تو جانتا ہے کہ یہ ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں جو روئے زمین پر رسول کی بیٹی کا فرزند ہے اور وہ میرے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔

پھر تیر کو پشت کی طرف سے کھینچ کر باہر نکالا جس کی وجہ سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ آپ نے اس خون سے اپنے ہاتھوں کو پُر کیا اور آسمان کی جانب پھینکا اور فرمایا: ''جو بھی مجھ پر گزرے سب آسان ہے کیونکہ اللہ دیکھ رہا ہے''۔ اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر واپس نہیں آیا۔

اس کے بعد دوسری ہتھیلی میں خون لیا اور اسے اپنے سر، چہرے اور داڑھی پر مل لیا اور فرمایا: اپنے خون سے خضاب کئے ہوئے میں اپنے نانا رسول خداؐ سے ملاقات کروں گا اور بتاؤں گا کہ: نانا! مجھے اِن اِن لوگوں نے قتل کیا ہے۔

خون بہنے کی وجہ سے آپؑ میں اتنی طاقت نہیں رہی کہ آپ جنگ کر سکیں۔ آپؑ زمین پر بیٹھ گئے اور بڑی مشکل سے اپنی گردن اوپر اٹھائی۔ اتنے میں مالک ابن نسر آیا اور اس نے آپ کی شان میں گستاخی کی اور تلوار سے آپ کے سر پر ایسا وار کر دیا جس کی وجہ سے جو ٹوپی آپ نے پہنی ہوئی تھی وہ خون سے بھر گئی۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اپنے ہاتھ سے نہ کھا پاؤ اور نہ پی سکو اور خدا تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے۔ پھر آپ نے اس ٹوپی کو سر سے اتار دیا اور ''خود'' پر عمامہ باندھ لیا۔

ہانی ابن ثبیت حضرمی کہتا ہے: میں ان دس آدمیوں میں سے ایک تھا جو اس وقت وہاں کھڑے تھے جب حسینؑ زمین پر گرے تھے۔ اس وقت میں نے حسین کے خاندان کے ایک بچے کو دیکھا جس نے ایک تہبند باندھی اور قمیص پہنی ہوئی تھی اور اس کے کانوں میں دو دُر تھے۔ اس کے ہاتھ میں خیمے کا ایک کھونٹا تھا۔ یہ بچہ بہت سہما ہوا تھا

اور دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔ ایک آدمی اس کی طرف دوڑ کر گیا، جب نزدیک ہوا تو گھوڑے سے جھک کر اس نے بچے پر تلوار سے وار کر دیا اور اسے قتل کر دیا۔

یہ بچہ محمد ابن ابی سعید ابن عقیل ابن ابی طالب تھا جس کی ماں سہمی ہوئی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اس کے بعد کچھ لمحوں کے لئے وہ رکے اور دوبارہ امام حسینؑ کی طرف بڑھے اور ان کو گھیرے میں لے لیا جبکہ آپؑ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اور کھڑا ہونے کی آپؑ میں طاقت نہیں تھی۔

امام حسنؑ کے بیٹے عبداللہ نے جن کی عمر گیارہ سال تھی جب اپنے چچا کو دشمن کے نرغے میں دیکھا تو ان کی طرف بڑھے۔

حضرت زینبؑ نے اسے روکنا چاہا لیکن عبداللہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور اپنے چچا تک جا پہنچا۔ اس وقت بحر ابن کعب امام سے نزدیک ہوا تا کہ آپ پر تلوار سے وار کر دے۔

اس بچے نے کہا: اے خبیث عورت کے بیٹے! کیا تم میرے چچا کو مارو گے؟ اس ملعون نے تلوار کا وار کر دیا۔ بچے نے اپنے ہاتھ سے تلوار روکنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ کٹ کر لٹکنے لگا۔

بچے نے بلند آواز سے کہا: چچا جان! اور امام حسینؑ کی گود میں گرا۔ امام نے اسے سینے سے لگا یا۔

اور فرمایا: میرے بھتیجے! جو مصیبت تجھ پر آئی ہے اس پر صبر سے کام لے، اور

اسے نیکی شمار کر لے تا کہ پروردگار عالم تجھے اپنے صالح آباء و اجداد کے ساتھ ملحق کرے۔

اس کے بعد ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور عرض کیا: پروردگار! ان لوگوں کو تو نے اب تک نعمتوں سے نوازا ہے۔ اب ان میں جدائی ڈال، اور انہیں پراکندہ کر دے، اور ان کے حکمرانوں کو کبھی ان سے خوش نہ رکھ کیونکہ انہوں نے ہمیں اپنی طرف بلایا تا کہ یہ ہماری مدد کریں لیکن اب ہماری دشمنی میں کھڑے ہو گئے اور ہمیں قتل کر رہے ہیں۔

حرملہ ابن کاہل ملعون نے اس بچے کے گلے کا نشانہ لے کر تیر چلایا جس سے بچے کا گلا چھد گیا جبکہ بچہ اپنے چچا کی گود میں تھا۔

امام حسینؑ خون میں لت پت زمین پر پڑے تھے۔ اگر وہ انہیں شہید کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے لیکن ہر گروہ اسے دوسرے کے حوالے کرتا تھا اور اس عمل کو انجام دینا نہیں چاہتا تھا۔

شمر نے چیخ کر کہا: ایسے ہی کیوں کھڑے ہو؟ کیا نہیں دیکھ رہے ہو کہ تیر اور نیزوں کے وار سے یہ شخص بے حال ہو چکا ہے، اس پر حملہ کر دو۔

پس انہوں نے آپؑ پر حملہ کر دیا، زرعہ ابن شریک نے آپؑ کے بائیں بازو پر وار کر دیا۔

حصین نے آپؑ کے گلے پر تیر مارا۔

کسی اور نے آپ کے شانے پر وار کر دیا۔

سنان ابن انس نے حلق کے پاس نیزہ گاڑھا اور واپس نکالا اور سینے پر وار کر دیا۔

اسی اثنا میں اس ملعون نے آپؑ پر تیر چلایا جو آپ کے گلے پر لگا۔

صالح ابن وہب نے نیزے سے آپؑ کے پہلو پر وار کر دیا۔

ہلال ابن نافع کہتا ہے: میں حسینؑ کے پاس کھڑا تھا جبکہ ان کی زندگی کے آخری لمحات تھے۔ خدا کی قسم! میں نے کسی ایسے خوبصورت اور نورانی مقتول کو نہیں دیکھا جو اپنے خون میں ڈوبا ہوا ہو۔ میں ان کے چہرے کے نور کو دیکھنے میں اس قدر محو تھا جس نے مجھے ان کے قتل کی سوچ سے ہی روکے رکھا۔

اسی حالت میں اس مظلوم نے پانی طلب کیا لیکن انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا۔

ایک آدمی نے آپؑ سے کہا: تم پانی نہیں پی سکتے جب تک جہنم میں داخل نہ ہو جاؤ اور اس کا کھولتا ہوا پانی پی لینا۔

امامؑ نے فرمایا: میں دوزخ میں داخل ہو جاؤں؟ بلکہ میں اپنے نانا رسول خداؐ کے پاس جاؤں گا اور میں ان کے ساتھ ان کے گھر میں رہوں گا، اس پاکیزہ مقام پر جو صاحبِ اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں ہے۔ اور ان کی بارگاہ میں تمہارے ظالمانہ سلوک کی شکایت کروں گا۔ اس پر وہ سب طیش میں آ گئے گویا اللہ نے ان کے دل میں رحم نام کی کوئی چیز رکھی ہی نہ ہو۔

اس وقت آپؑ بالکل بے حال ہو چکے تھے۔ آسمان کی طرف منہ کر کے عرض

کرنے لگے: اے بلند مرتبہ و مقام پروردگار! اے وہ جس کا غضب ستمگروں پر بہت سخت ہوتا ہے! اے تمام مخلوقات سے بے نیاز! اے وہ جس کی کبریائی بہت وسیع ہے! جو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، جس کی رحمت قریب ہے، جس کا وعدہ سچا ہے، جس کی نعمتیں لا متناہی ہیں، تیرے سارے امتحان نیک اور اچھے ہیں، جسے پکارا جائے تو قریب ہوتا ہے، اپنی تمام مخلوقات کو احاطہ کئے ہوئے ہے، اے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والے! جس کا تو ارادہ کرتا ہے اس پر قدرت رکھتا ہے، جس چیز کو طلب کرے اسے فوراً پا لیتا ہے، جب تیری قدر دانی کی جائے تو وہ شکر کا درجہ پاتی ہے، جب تجھے یاد کیا جائے تو وہ ذکر کا درجہ پاتی ہے۔ پروردگار! میں تجھے محتاج بن کر پکار رہا ہوں، نیازمندی کے ساتھ تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ اے فریاد کو پہنچنے والے! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں خوف اور گریے کی حالت میں، اور میں تجھ سے ضعف کی حالت میں مدد طلب کر رہا ہوں اور میں تجھ پر توکل کر رہا ہوں کیونکہ تو میرے لئے کافی ہے۔

میرے اللہ! ہماری قوم اور ہمارے درمیان فیصلہ کر دے کیونکہ انہوں نے ہمیں دھوکہ دیا، ہمیں چھوڑ دیا اور ہمارے ساتھ مکر کیا اور ہمیں قتل کیا جبکہ ہم نبی کی عترت ہیں اور تیرے حبیب محمد کی اولاد ہیں جسے تو نے رسالت کے لئے منتخب کیا اور اپنی وحی کا امین بنایا۔ پس ہمارے سلسلے میں آسانی اور راہ نجات قرار دے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

پروردگار! تیری قضا پر صبر کرتا ہوں، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں اے فریاد

کرنے والوں کی فریاد سننے والے۔ تیرے سوا میرا کوئی رب نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تیرے حکم پر صبر کرتا ہوں، اے اس کے فریادرس! جس کی فریاد سننے والا کوئی نہیں ہے، اے ہمیشہ رہنے والے! جس کی کوئی انتہا نہیں ہے، اے مُردوں کو زندہ کرنے والے اور لوگوں کے اعمال کی سزا و جزا دینے والے! میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما کہ تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

امامؑ کے گھوڑے (ذوالجناح) نے امام کے گرد طواف کرنا شروع کر دیا اور اپنی پیشانی کے بالوں کو امامؑ کے خون سے رنگنا شروع کیا۔

ابن سعد نے اپنے لشکر والوں سے کہا: اس گھوڑے کو پکڑو کیونکہ یہ رسول خداؐ کے بہترین گھوڑوں میں سے ہے۔

گھڑسواروں نے ذولجناح کو اپنے گھیرے میں لے لیا لیکن ذوالجناح نے انہیں لاتیں مارنا شروع کر دیں اور چالیس لوگوں اور دس گھوڑوں کو ہلاک کر دیا۔

ابن سعد نے کہا: اس کو چھوڑ دو دیکھیں تو کیا کرتا ہے۔ جیسے ہی وہ لوگ اس کے اطراف سے ہٹ گئے ذوالجناح امام حسینؑ کی طرف گیا اور اس نے اپنی پیشانی کو امام کے خون سے رنگین کیا اور انہیں سونگھنے لگے اور بلند آواز سے ہنہنانے لگے۔

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ: وہ گھوڑا یہ جملے ادا کر رہا تھا:

فریاد! فریاد! اس امت سے جس نے اپنے پیغمبر کی بیٹی کے فرزند کو قتل کیا۔

اور اسی ہنہناہٹ کے ساتھ خیموں کی طرف گیا گویا زینبؑ اس سے کہہ رہی ہو:

☆ ذوالجناح کیوں تمہارے سینے پر انگارے ہیں؟

☆ اور تیری آنکھیں آسمان کے ستارے کے مانند ہوگئی ہیں ذوالجناح

☆ اپنے نالہ وفریاد سے ہنہناتے ہوئے گویا آگ لگا رہے ہو۔

☆ اور مجھے ہر لمحے مار رہے ہو اے ذوالجناح۔

☆ میرے سینے میں انگارے بھرے ہوئے ہیں۔

☆ کہ اس کٹے ہوئے گلے پر بوسہ کرسکوں اے ذوالجناح

۞۞۞

جب خواتین نے ذوالجناح کو سوار اور زین کے بغیر دیکھا تو خیموں سے باہر آ گئیں۔ وہ اپنے منہ پر طمانچے مار رہی تھیں اور نالہ وفریاد کر رہی تھیں اور حسینؑ کے قتل گاہ کی طرف جا رہی تھیں۔

☆ خواتین نے گھوڑے کو اپنے حصار میں لے لیا، کوئی بی بی ذوالجناح کو سینے سے لگاتی تھی جبکہ دوسری اپنی چادر سے اس پر سایہ کرتی تھی کہ وہ پیاسا اور تھکا ہوا ہے۔

☆ اور تیسری اپنے چہرے کو گھوڑے پر لگے خون سے مس کر رہی تھی جبکہ کوئی بی بی اس پر فدا ہو رہی تھی اور کوئی گھوڑے کو چوم رہی تھی۔

☆ کوئی بی بی گھوڑے کی اوٹ میں دشمن کے خوف سے پناہ لے رہی تھی جبکہ کسی کو مصیبتوں کی کثرت کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آ رہا ہوتا تھا کہ وہ کیا کرے؟

ام کلثوم زینب کبریٰ نے کہا: وامحمداہ، واابتاہ، واعلیاہ، واجعفراہ، واحمزتاہ، یہ حسین ہے جو بے آب و گیاہ صحرائے کربلا میں پڑا ہوا ہے۔

پس آواز لگائی: اے کاش! آسمان زمین کے برابر ہو جاتا۔ اے کاش! پہاڑ

ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر گر جاتے۔

پھر زینب کبریٰ امام حسینؑ کی جانب بڑھیں جبکہ عمر ابن سعد اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ امام کے نزدیک ہوا۔ امام حسینؑ کی زندگی کے آخری لمحات تھے۔

حضرت زینبؑ نے آواز دی: اے عمر! ابا عبداللہ کو قتل کیا جارہا ہے اور تو دیکھ رہا ہے؟

اس نے حضرت زینبؑ سے منہ موڑ لیا جبکہ اس کے آنسو اس کی داڑھی کو تر کر رہے تھے۔

حضرت زینبؑ نے بلند آواز سے کہا: تم پر وائے ہو! کیا تمہارے درمیان کوئی مسلمان نہیں ہے؟

کسی نے جواب نہیں دیا۔

لیکن عمر ابن سعد نے اس انداز میں جواب دیا کہ وہ اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: نیچے اترو اور اسے (قید حیات سے) آزاد کر دو۔

شمر تیز رفتاری کے ساتھ امامؑ کی جانب بڑھا، آپ کو لات ماری اور آپ کے سینۂ اقدس پر جا بیٹھا۔ امام کی مقدس داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیا اور تلوار سے بارہ ضربیں امامؑ کو لگائیں اور امام حسینؑ کے سر مقدس کو جدا کر دیا۔

وااِماماہ، واسیّداہ، واذبیحاہ، واعطشاناہ، واحسیناہ

(شیخ کہتے ہیں کہ: خدا کی قسم! ان مصائب کو میں صرف عاشور کے دن پڑھتا ہوں اور پورا سال ان مصائب کو نہیں پڑھتا)

☆ اے شمر! انہیں چھوڑ دو، کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ ان کے جسم پر کتنے زخم

آئے ہیں۔

☆ وہ اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی جن کا جسم بدحال تھا اور صرف کبھی آنکھیں کھولتے تھے اور کبھی بند کرتے تھے۔

☆ اے ظالم! میرے بھائی حسینؑ کو تھوڑی مہلت دے دے تا کہ اپنے بھائی کو دھوپ سے بچانے کے لئے سائے کا انتظام کروں اور موت سے تھوڑی مہلت کا مطالبہ کروں۔

☆ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ یہ رسول کے چمن کے پھول اور زہرا کے نور عین ہیں؟ انہیں تھوڑی مہلت دے دے اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دے تا کہ وہ آرام سے اپنی جان دیدیں۔

❁ ❁ ❁

☆ حضرت زینبؑ نے فریاد کی: اے آل عدنان! حسین کی فریاد کو پہنچو، کہیں پیاسا سر نہ کاٹا جائے۔

☆ شمر تازیانے سے انہیں ان کے بھائی کے جسم اقدس سے دور کرتا تھا اور کہتا تھا: یہاں سے ہٹتی ہو یا بھائی کے ساتھ تمہارا سر بھی کاٹ دوں۔

☆ زینبؑ کو وہاں سے ہٹایا، اپنی تلوار نکال کر حسین کے سینے پر بیٹھا اور امامؑ کے سر کو جدا کر دیا۔

☆ جب امامؑ کے سر کو جدا کر لیا تو آسمان پر اندھیرا چھا گیا۔

دشمن امامؑ کا سامان لوٹنے لگے:

اسحاق ابن حویہ امامؑ کا پیراہن لے گیا۔

اخنس ابن مرثد ابن علقمہ حضرمی امامؑ کا عمامہ لے گیا۔

اسود ابن خالد امام کی نعلین لے گیا۔

امام کی تلوار جمیع ابن خلق اودی لے گیا۔

بجدل نے جب آپؑ کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی جس پر خون لگا ہوا تھا تو اس ملعون نے امامؑ کی انگلی کاٹ ڈالی اور انگوٹھی لے گیا۔

قیس ابن اشعث امامؑ کا مخملی کپڑا (قطیفہ) لے گیا اور وہ اس پر بیٹھتا تھا اسی لئے اسے قیس قطیفہ کہا جاتا تھا۔

جعونہ ابن حویہ حضرمی نے آپ کی پرانی قمیص اٹھائی۔

رحیل ابن خیثمہ جعفی، ہانی ابن شبیب حضرمی اور جریر ابن مسعود حضرمی نے کمان اور امامؑ کے جنگی ہتھیار اٹھالئے۔

ان تمام چیزوں کو لوٹنے کے بعد ان میں سے ایک آدمی کی نظر امامؑ کے اِزار بند پر پڑی جو نہایت قیمتی تھا۔

وہ کہتا ہے: میں نے اسے کھولنا چاہا تو امامؑ نے اپنا دایاں ہاتھ اس پر رکھا۔ میں جب نہیں لے پایا تو میں نے ہاتھ ہی کاٹ ڈالا۔

اس کے بعد امامؑ نے اپنا بایاں ہاتھ اس کے اوپر رکھا۔ اس کی وجہ سے جب میں نہ لے سکا تو میں نے بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا۔

میں چاہتا تھا کہ ان کی شلوار اتار دوں۔

زلزلے کی آواز سنی جس کی وجہ سے میں ڈر گیا اور رہنے دیا اور مجھ پر غشی طاری ہوگئی۔ خواب میں پیغمبر، علی، فاطمہ اور حسن کو دیکھا۔

فاطمہ کہہ رہی تھی:

میرے بیٹے! خدا ان لوگوں کو قتل کرے جنہوں نے تجھے قتل کیا ہے۔

امام حسینؑ نے ان سے کہا:

میرے ہاتھ کو اس سوئے ہوئے آدمی (اور میری طرف اشارہ کر دیا) نے قطع کر دیا۔

حضرت فاطمہ نے مجھے بددعا دی اور کہا:

خدا تیرے ہاتھ اور پیر کاٹ ڈالے اور تجھے اندھا کر دے اور تجھے دوزخ میں ڈالے۔

جب نیند سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ مجھے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا ہے، میرے ہاتھ اور پیروں نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ان کی بددعا کی وجہ سے اب دوزخ کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں بچی۔

باب دوم

اہل حرمؑ کی اسیری کا بیان

روزِ اربعین / چہلم

سید ابن طاؤس فرماتے ہیں:

آل پیغمبر اور زہرا کی آنکھوں کے نور کے خیموں کو لوٹنے کے لئے دشمن ایک دوسرے پر سبقت لے رہے تھے۔ اور اہل حرم اور رسول خدا کی بیٹیاں خیموں سے باہر نکل رہی تھیں اور گریہ وزاری کرنے میں ایک دوسرے کا ساتھ دے رہی تھیں اور اپنے حامیوں اور عزیزوں کے فراق میں نالہ وفریاد کر رہی تھیں۔

حمید ابن مسلم نے کہا: قبیلہ بنی بکر ابن وائل کی ایک خاتون کو میں نے دیکھا جو اپنے شوہر کے ساتھ عمر ابن سعد کے لشکر میں تھی۔ جب اس خاتون نے امام حسینؑ کے خیموں اور ان کی خواتین پر دشمنوں کے حملے اور لوٹنے کا منظر دیکھا تو ایک تلوار ہاتھ میں لئے خیموں کی جانب آئی اور کہنے لگی:

اے آل بکر ابن وائل کیا رسول خدا کی بیٹیوں کو لوٹا جا رہا ہے؟ لا الحکم الا اللہ!! رسول خدا کی جانب سے انتقام کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ مگر اس کا شوہر آیا اور اسے لے گیا...!

اس کے بعد اشقیاء نے خواتین کو خیموں سے باہر نکالا اور خیموں کو آگ لگائی۔ پس اہل حرم کی خواتین سر برہنہ، پا برہنہ اور نالہ وفریاد کرتے ہوئے خیموں سے باہر نکل گئیں۔

راوی کہتا ہے: اس کے بعد عمر ابن سعد نے عاشور کے دن امام حسینؑ کے سر کو خولی یزید اصبحی اور حمید ابن مسلم ازدی کے حوالے کیا تا کہ اسے عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لے جائیں۔

اور حکم دیا کہ امام حسینؑ کے اہل بیت اور اصحاب کے سر بدن سے جدا کئے جائیں اور سروں کو شمر ابن ذی الجوشن، قیس ابن اشعث اور عمرو ابن حجاج کے حوالے کیا تا کہ وہ کوفہ لے جائیں۔

روایت کی گئی ہے کہ امام حسینؑ کے اصحاب کے سروں کی تعداد ۷۸ تھی جنہیں قبائل نے اپنے درمیان تقسیم کر دیا تا کہ ان سروں کے ذریعے ابن زیاد اور یزید کا قرب حاصل ہو۔

پس قبیلہ کندہ کو تیرہ (۱۳) سر ملے جن کا سردار قیس ابن اشعث تھا۔

قبیلہ ہوازن کو بارہ (۱۲) سر ملے جن کا سردار شمر ابن ذی الجوشن تھا۔

اور قبیلہ تمیم کو سترہ (۱۷) ملے۔

قبیلہ بنی اسد کو سترہ (۱۷) سر ملے۔

قبیلہ مذحج کو سات (۷) سر ملے۔

باقی لوگوں کو تیرہ (۱۳) سر ملے۔

اس کے بعد ابن سعد نے (گیارہ محرم کو) امام حسینؑ کے خاندان کے ہر فرد سے برا اور بدترین سلوک کیا۔ خواتین کو بغیر محمل کے اونٹوں پر سوار کرایا۔ ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جو روم یا ترک قیدیوں کے ساتھ کیا جاتا تھا جبکہ وہ انبیاء کی یادگار تھے۔

انہوں نے دشمنوں سے کہا: تمہیں خدا کا واسطہ! ہمیں حسینؑ کی قتل گاہ سے گزارو۔

☆ پس انہیں قتل گاہ سے گزارا گیا۔ جب خواتین نے شہیدوں کو دیکھا تو زار وقطار روتے ہوئے اپنے منہ پر طمانچے مارنے لگیں۔

☆ خواتین کو ان شہیدوں کے سامنے سے گزارا گیا جو زمین پر پڑے ہوئے اور مٹی میں اَٹے ہوئے تھے جبکہ ان کے پہلو زخمی تھے۔

☆ جب زینبؑ نے حسینؑ کا جسم اطہر خاک پر دیکھا جن کی گردن اور جسم خون سے رنگین ہو چکا ہے۔

☆ صبر کی چادر اتار پھینکی اور اپنے آپ کو حسینؑ کے جسم اقدس پر گرا دیا اس کوہ کے مانند جسے منہدم کر دیا گیا ہو۔

☆ اے حسین! اے میرے سیاہ آنکھوں والے بھائی! اے میری آرزو! اے لمبی زلفوں والے!

☆ اے میری آنکھوں کے نور! تجھے خدا کے حوالے کرتی ہوں کیونکہ مجھے تمہارے پاس سے لے جانا چاہتے ہیں۔

☆ ظلم وستم اور بربریت میرے ساتھ ہیں، میں اپنے بھائیوں کو آواز دے رہی ہوں لیکن کوئی میری فریاد کو نہیں پہنچ رہا۔

☆ اے اہل غیرت! کیوں مجھے جواب نہیں دے رہے ہو تا کہ مجھے دشمن کے ہاتھوں سے نجات دلا دو۔

راوی کہتا ہے: خدا کی قسم! میں زینب بنت علی کو نہیں بھلا سکتا جو حسین کو ندا دے رہی تھی اور غم سے بھری آواز، غمزدہ دل کے ساتھ نالہ وفریاد کر رہی تھی:

اے محمد! آپ پر آسمان کے ملائکہ درود بھیجتے ہیں، یہ حسین ہے کھلے میدان میں، خون میں لت پت، اعضاء کٹے ہوئے، جس کا عمامہ اور ردا چھینے جا چکے ہیں اور آپ کی بیٹیاں قیدی بنا لی گئی ہیں۔

میں خدا سے شکایت کروں گی اور محمد مصطفیٰ سے، علی مرتضیٰ سے، فاطمہ زہرا سے اور حمزہ سید الشہداء سے شکایت کروں گی۔

اے محمد! یہ تیرا حسین ہے جس کا سر گردن کے پیچھے سے کاٹا گیا ہے۔

میرا باپ اس پر قربان ہو جس کے خیمے کو پیر کے دن لوٹا گیا۔

میرا باپ اس پر قربان ہو جس کے خیمے کی رسیاں کاٹی گئیں اور خیمہ نیچے بیٹھ گیا۔

میرا باپ اس پر قربان ہو جو ایسے سفر میں نہیں گیا جس سے واپس آنے کی امید ہو اور اس پر ایسے زخم نہیں ہیں جن کا کوئی مرہم ہو۔

خدا کی قسم! انہوں نے ہر دوست اور دشمن کو رُلا دیا۔

پھر سکینہ بنت حسین نے اپنی پھوپھی زینب سے پوچھا: آپ کس سے بات کر رہی ہیں؟

انہوں نے جواب دیا: تیرے بابا حسین سے بات کر رہی ہوں۔

پس سکینہ نے خود کو اونٹ سے بابا کے جسم اقدس پر گرا دیا اور بابا کے جسم کو اپنے سینے سے لگایا۔

☆ اے بابا! خدا کی قسم! یہ میرے لئے سخت ہے کہ بچپن میں یتیم ہو جاؤں۔

☆ تیرے بعد نالہ وفریاد بلند ہو جاتا ہے۔ باپ ایک خیمے کے مانند ہوتا ہے۔

☆ اور اس سائے کی طرح ہوتا ہے جو اپنے اہل حرم اور بیٹیوں کے سروں پر سائے کئے ہوئے ہو۔

پس آپ کے ان نوحوں نے سارے دشمنوں کو رونے پر مجبور کر دیا۔

عمر ابن سعد نے کہا: اسے اپنے باپ کے جسم سے الگ کرلو۔ اعراب میں سے کچھ لوگ حضرت سکینہ کے گرد جمع ہو گئے اور انہیں باپ کے جسد سے الگ کرنے لگے۔ آپ اپنے بابا کے جسم اقدس سے الگ ہوگئیں جبکہ آنسو جاری تھے۔ اور میرے خیال میں کہہ رہی تھی:

☆ اے بابا! یہ آپ کی مرضی سے ہورہا ہے یا دشمن مجھے جبراً آپ سے جدا کر رہا ہے۔

☆ فریاد کرتی ہوں اور آپ کی طرف دیکھتی ہوں، اور مجھے معلوم ہے کہ آپ کی غیرت اس بات کی اجازت نہیں دیتی، لیکن آپ مجبور ہیں کیونکہ آپ کی گردن کی رگ کاٹی گئی ہے۔

جب عمر ابن سعد کربلا سے نکل گیا تو قبیلہ بنی اسد کے کچھ لوگ آئے اور پاک و پاکیزہ لاشوں پر نماز پڑھی اور اسی حالت میں جو آج دیکھتے ہیں دفن کردیا۔

اور ابن سعد ان اسیروں کے ساتھ روانہ ہوگیا جن کی طرف ابھی اشارہ کیا گیا۔

جب کوفہ کے نزدیک پہنچے تو کوفہ کے لوگ انہیں دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔

ایک کوفی عورت نے اپنی چھت سے کہا: تم لوگ کن اسیروں میں سے ہو؟

علی کی بیٹیوں نے اسے جواب دیا: ہم خاندان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسیر ہیں۔ وہ خاتون چھت سے نیچے آئی اور ان کے لئے چادر اور مقنعہ جمع کیا اور ان کے حوالے کیا۔

اور اہل بیتؑ کے لئے راستے تنگ ہو گئے اور تمام اہل کوفہ نے گریہ وزاری شروع کردی۔

اور میرے خیال میں عقیلہ بنی ہاشم نے ایسا فرمایا:

☆ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ہماری طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں۔ اندھی ہو جائیں وہ آنکھیں جو ہمیں ایسے دیکھ رہی ہیں۔

☆ وہ شخص غلطی پر ہے جو کہے کہ ہمارا وارث موجود نہیں ہے جبکہ اس کا سر نوک نیزہ سے ہمیں دیکھ رہا ہے۔

امام علیؑ ابن حسینؑ نے فرمایا: کیا تم ہمارے لئے گریہ وزاری کر رہے ہو، پس کس نے ہمیں قتل کیا؟

بشیر ابن خُزیم اسدی کہتا ہے: اس دن علی کی بیٹی زینب نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ جو خاتون سراپا شرم وحیا ہو اس سے بڑا خطیب میں نے نہیں دیکھا، جس نے بولنے کا سلیقہ اپنے بابا امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے سیکھا تھا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے لوگوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا: خاموش ہو جاؤ۔ سانسیں سینوں میں حبس ہو گئیں اور اونٹوں کے گردن میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی آوازیں بھی بند ہو گئیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

سب تعریفیں پروردگار عالم کے لئے ہیں اور درود وسلام میرے نانا محمدؐ اور ان کی پاک وپاکیزہ آلؑ کے لئے ہے۔

امام بعد: اے اہلِ کوفہ! اے اہل فریب ومکر! کیا اب تم روتے ہو؟ (خدا کرے) تمہارے آنسو کبھی خشک نہ ہوں اور تمہاری آہ وفغاں کبھی بند نہ ہو! تمہاری مثال اس عورت جیسی ہے جو اون کاتتی ہے اس کا دھاگہ بناتی ہے لیکن بعد میں اسے دوبارہ ادھیڑ دیتی ہے اور اپنی محنت پر پانی پھیر دیتی ہے، تم نے اپنے محکم واستوار عہد وقسم کو ایک دوسرے کو فریب دینے اور فساد برپا کرنے کے لئے استعمال کیا۔

تم جتنے بھی ہو، سب کے سب بیہودہ بات کرنے والے، ڈینگیں مارنے والے، فسق و فجور کے پیکر اور فسادی، کینہ پرور اور لونڈیوں کی طرح جھوٹے چاپلوس اور دشمنی کی غمازی کرنے والے ہو۔ تمہاری یہ کیفیت ہے کہ جیسے کثافت کی جگہ سبزی یا اس چاندی جیسی ہے جو عورت کی قبر پر رکھی جائے۔

آگاہ رہو! تم نے بہت ہی برے اعمال کا ارتکاب کیا ہے۔ جس کی وجہ سے خداوند عالم تم پر غضبناک ہے۔ اس لئے تم اس کے ابدی عذاب و عتاب میں گرفتار ہو گئے ہو۔

اب کیوں گریہ و بکا کرتے ہو؟ ہاں بخدا البتہ تم اس کے سزاوار ہو کہ تمہارا رونا زیادہ ہو اور ہنسنا کم۔ تم (امامؑ کے قتل کی) ننگ و عار میں گرفتار ہو چکے ہو اور تم اس دھبے کو کبھی دھو نہیں سکتے اور بھلا تم خاتم نبوت اور معدن رسالت کے فرزند اور جوانان جنت کے سردار، جنگ میں اپنے پشت پناہ، مصیبت میں جائے پناہ، منارۂ حجت اور عالم سنت کے قتل کے الزام سے کیونکر بری ہو سکتے ہو؟

آگاہ ہو جاؤ! تم نے بہت ہی برے کام کا ارتکاب کیا ہے اور آخرت کے لئے بہت برا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ تمہاری کوشش رائیگاں ہو گئی اور تم برباد ہو گئے۔ تمہاری تجارت خسارے میں رہی اور تم خدا کے غضب کا شکار ہو گئے۔ تم ذلت و رسوائی میں مبتلا ہوئے۔

اے اہل کوفہ! تم پر افسوس ہے۔

کچھ جانتے بھی ہو کہ تم نے رسولؐ کے کس جگر کو پارہ پارہ کر دیا ہے؟

اور اُن کی کن مستورات کو تم نے بے پردہ کیا ہے؟

اور اُن کا کون سا خون تم نے بہایا ہے؟

اور اُن کی کون سی ہتک حرمت تم نے کی ہے؟

تمہاری کارستانیوں کی دلہن گنجی، لمبی گردن، بری، بدنما دانت، بے وقوف، بداخلاق اور بدصورت ہے اور یہ اس برائی میں زمین کی پہنائی اور آسمان کی وسعت کے برابر ہے۔

آسمان سے خون برسا ہے تو حیران کیوں ہوتے ہو؟ یقیناً آخرت کا عذاب اس سے زیادہ سخت اور رسوا کن ہوگا اور اس وقت تمہاری کوئی امداد نہ کی جائے۔

تمہیں جو مہلت ملی ہے اس سے خوش نہ ہو۔ کیونکہ خداوندِ عالم بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتا کیونکہ اسے انتقام کے مواقع کے ہاتھ سے نکل جانے کا خدشہ نہیں ہے۔ یقیناً تمہارا خدا اپنے نافرمان بندوں کی گھات میں ہے۔

راوی کہتا ہے: خدا کی قسم! میں نے اس دن لوگوں کو زاروقطار روتے دیکھا۔ وہ حیرت سے انگلیاں دانتوں تلے دبائے ہوئے تھے۔ ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو میرے ساتھ کھڑا تھا، وہ اتنا گریہ کر رہا تھا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو رہی تھی اور کہہ رہا تھا:

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ آپ کے عمر رسیدہ بہترین بوڑھے، آپ کے جوان بہترین جوان، آپ کی خواتین بہترین عورتیں اور آپ کی نسل بہترین نسل ہے۔

اس کے بعد امام حسینؑ کی بیٹی فاطمہ صغریٰ نے خطبہ دیا جبکہ ان کی عمر گیارہ سال تھی۔ ان کے خطبے نے وہاں موجود لوگوں کو رُلا دیا۔

انہوں نے کہا: حمد ہے اللہ کے لئے، ذرّوں اور کنکریوں کی تعداد اور زمین و آسمان کے وزن کے برابر، میں اس کی حمد بجالاتی ہوں اور اس پر ایمان کے ساتھ اسی پر توکل کرتی ہوں۔

اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اور آنحضرت کی ذریت واولاد کو کسی جرم وخطا کے بغیر نہر فرات کے کنارے ذبح کیا گیا۔

اے اللہ! میں اس سے تیری پناہ چاہتی ہوں کہ تجھ پر جھوٹی تہمت لگاؤں اور اس کے برخلاف بات کروں جو کچھ تو نے امام علیؑ ابن ابی طالبؑ کی وصایت و امامت کے عہد کے بارے میں نازل فرمایا ہے۔ وہ اپنے حق سے محروم کئے گئے اور انہیں اللہ کے گھروں میں سے ایک گھر میں کہ جس میں زبانی دعویدار مسلمانوں کی کثیر تعداد موجود تھی بلا جرم قتل کیا گیا۔ جس طرح ان کی اولاد کو کل کسی جرم کے بغیر قتل کر دیا گیا۔

ان پر ڈھائے جانے والے مصائب کا سلسلہ ان کی پوری زندگی اور ان کی رحلت تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ بالآخر تو نے انہیں اپنی طرف بلا لیا۔ وہ پاکیزہ خصلتوں کے حامل، پاک سیرت و کردار کے مالک، فضائل ومناقب میں معروف اور اپنے نظریات ومواقف میں مشہور تھے۔

انہیں اللہ کے معاملے میں کسی کی بھی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ خواہ کوئی ان کے بارے میں کتنے ہی ناگوار الفاظ کیوں نہ کہے۔ اور نہ کسی ملامت کرنے والے کی

ملامت کو کوئی اہمیت دیتے تھے۔ پروردگارا! تو نے انہیں بچپن ہی سے اسلام کی نعمت سے نوازا اور زندگی بھر انہیں پاکیزہ صفات پر لائق ستائش قرار دیا۔

وہ ہمیشہ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں نصیحت فرماتے رہے یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا۔ وہ دنیا میں زاہد و بے رغبت تھے، آخرت میں کوشاں تھے، تیری راہ میں جہاد کرنے والے تھے۔ تو ان پر راضی تھا تو نے انہیں چنا اور صراط مستقیم پر گامزن فرمایا۔

اما بعد: اے اہل کوفہ! اے دھوکہ وفریب اور دغا کرنے والو! اے مکاری و تکبر کے حامل لوگو! اللہ نے ہم اہل بیتؑ کا امتحان لیا ہے تمہارے ذریعے اور تمہیں آزمایا ہے ہمارے ذریعے۔ تو اس نے ہمیں اس امتحان میں اچھا پایا۔ اس نے اپنا علم وفہم ہمارے پاس قرار دیا، ہم اس کے علم کے خزینے اور اس کے فہم وحکمت کا ظرف ہیں اور ہم روئے زمین پر اس کے بندوں میں اس کی حجتیں ہیں۔ اللہ نے ہمیں اپنی عنایات کے ساتھ عزت عطا کی اور ہمیں اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اپنی کثیر مخلوق پر برتری عطا فرمائی۔

مگر تم نے ہماری تکذیب کی، ہمارا انکار کیا اور ہم سے جنگ کرنے کو حلال اور ہمارے اموال لوٹنے کو روا جانا گویا ہم ترک یا کابُل والوں کی اولاد ہیں۔ تم نے کل ہمارے جد کو قتل کیا اور تمہاری تلواریں ہم اہل بیت کے خون سے تر ہیں۔ یہ سب کچھ پرانی دشمنی کا نتیجہ ہے کہ تم نے ہمارے ساتھ ایسا سلوک کر کے اپنے دلوں کو خوش کیا اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں، تم نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور مکر وفریب کیا، اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

تم ہمارا خون بہا کر خوش نہ ہو اور ہمارے اموال لوٹ کر شاداں نہ ہو، جو تکلیفیں اور مصیبتیں ہم پر آئی ہیں وہ ہماری کتابِ تقدیر میں لکھی تھیں۔ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔ تم اس پر افسوس نہ کرو جو تمہارے ہاتھوں سے چلا گیا اور جو تمہارے ہاتھ آیا اس پر نہ اتراؤ کہ اللہ کسی غرور و تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

تم پر اللہ کا عذاب ہو، تم اس کی لعنت اور عذاب کے منتظر رہو کہ جو تم پر نازل ہو چکا ہے۔ تم پر آسمانی آفتیں آ گئی ہیں اور اللہ کے عذاب نے تمہیں گھیر لیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے عذاب کا مزہ چکھو گے۔ پھر تم نے ہم پر جو ظلم کیا ہے اس کے نتیجہ میں قیامت کے دن دردناک عذاب میں مبتلا ہو گے، یاد رکھو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

تم تباہ ہو جاؤ، کیا تم جانتے ہو کہ کن ہاتھوں سے تم نے ہمیں تیر اور نیزوں کا نشانہ بنایا ہے؟

اور تم میں سے کون ہمارے مقابلے میں جنگ کرنے نکلا ہے؟

اور تم کن قدموں سے ہم سے جنگ کرنے میدان میں آئے ہو؟

خدا کی قسم! تمہارے دل سخت ہو گئے ہیں، تمہارے سینوں میں تنگی آ گئی ہے، تمہارے دلوں پر مہریں لگ گئی ہیں، تمہارے کانوں اور آنکھوں پر پردے پڑ چکے ہیں، تمہیں شیطان نے بہکا دیا ہے اور تمہیں اپنے دام میں پھنسا لیا ہے اور اس نے تمہاری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے کہ تم ہدایت کی راہ دیکھ ہی نہیں سکتے۔

تمہارے لئے تباہی ہو اے اہل کوفہ! تمہیں رسول خدا سے کیا دشمنی تھی کہ تم نے ان کے بھائی علی ابن ابی طالب جو کہ میرے جد ہیں اور ان کی اولاد عترت رسول سے دشمنی مول لی ہے۔

تمہارے ایک متکبر شخص نے ایسا کرنے پر غرور کے ساتھ یہ کہا کہ:

ہم نے ہندی تلواروں اور نیزوں سے علی اور اس کی اولاد کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔

اور ان کی عورتوں کو ترکی عورتوں کی مانند پابند سلاسل کیا اور کس طرح انہیں پچھاڑ دیا ہے۔

تیرا منہ ٹوٹ جائے اے اس طرح کی گھٹیا باتیں کرنے والے! اور پست فکر شخص! تیرے منہ میں خاک، تو نے ان لوگوں کو قتل کرنے پر فخر کیا ہے جنہیں اللہ نے پاکیزہ قرار دیا اور انہیں ہر طرح کے رجس و ناپاکی سے پاک کیا جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔ تو اپنے غصے اور غضب کی آگ میں جل کر مر جا جس طرح تیرا باپ مرا ہے۔

ہر شخص اپنے کئے کا صلہ پائے گا اور اپنے کئے دھرے کو دیکھے گا۔

کیا تم اس پر ہمارے ساتھ حسد کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم پر فضیلت عطا کی ہے۔

اس میں ہمارا کیا قصور ہے کہ ہمارا دریائے کرم وفضیلت رواں دواں ہے جبکہ تمہارا دریا اپنی جگہ رک گیا ہے کہ اس میں روانی کی رمق بھی دکھائی نہیں دیتی۔

یہ تو اللہ کی عنایت ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اللہ عظیم عنایت کرنے والا ہے، اور جس کے لئے اللہ نور قرار نہ دے اسے کوئی نور نہیں مل سکتا۔

پس گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور وہ کہنے لگے: اتنا کافی ہے اے پاک و پاکیزہ افراد کی بیٹی! آپ نے ہمارے سینوں میں آگ لگا دی، ہمارے گلے جلا دیئے اور ہمارے اندر آگ کے شعلے روشن کر دیئے۔ پس آپ خاموش ہو گئیں۔

اس دن حضرت علیؑ کی بیٹی ام کلثومؑ نے ایک نازک پردے کے پیچھے سے بلند آواز کے ساتھ روتے ہوئے خطبہ دیا اور فرمایا:

اے کوفیو! تمہارے لئے رسوائی ہو، کیوں تم نے حسین کی اہانت کی اور انہیں قتل کر دیا؟

اور کیوں ان کے اموال کو لوٹا اور خود کو ان کا مالک سمجھ بیٹھے؟

ان کے حرم کی خواتین کو قیدی بنایا اور انہیں تکلیف پہنچائی؟

تمہارے لئے موت ہو!! وائے ہو تم پر! کیا تم جانتے ہو کہ کیسی مصیبت تم پر آئی ہے؟

اور کیسے گناہ کا بوجھ تم نے اپنے کاندھوں پر اٹھالیا ہے؟

اور کیسے کیسے خون تم نے بہائے ہیں؟

اور کیسی پردہ نشین خواتین کو تم پردے سے باہر لائے ہو؟

اور کس قسم کے بچوں سے تم نے لباس چھینا ہے؟

اور کس قسم کا مال تم نے لوٹا ہے؟

رسول خداؐ کے بعد بہترین لوگوں کو تم نے قتل کر دیا اور تمہارے دلوں سے رحمدلی ختم ہوگئی۔ یاد رکھو کہ اللہ کا گروہ کامیاب اور شیطان کا گروہ نقصان اٹھانے والا ہے۔

میرے بھائی کو تم نے ظلم کے ساتھ شہید کر دیا، تمہاری ماؤں پر افسوس ہو۔ اس کی سزا تمہیں جہنم کی آگ کی صورت ملے گی جس کی تپش تمہیں جلا کر راکھ کر دے گی۔

تم نے ایسے خون بہائے ہیں جن کا بہانا اللہ نے حرام قرار دیا تھا، جن کا بہانا

قرآن اور پھر محمدؐ نے حرام قرار دیا تھا۔

اس وقت لوگوں کی چیخ و پکار کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ خواتین نے اپنے بال کھول دیئے اور اپنے سروں پر خاک ڈالنے لگیں، اپنے چہروں کو نوچنے لگیں اور طمانچے مارنے لگیں اور ''واویلا'' اور ''واثبوراہ'' کی فریادیں بلند کرنے لگیں۔

مرد گریہ کرنے لگے اور اس دن سے زیادہ کسی دوسرے دن لوگوں کو گریہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

پھر امام زین العابدینؑ نے لوگوں کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔ اور آپ کھڑے ہو گئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی اور رسول خداؐ کا اس انداز میں ذکر کیا جو ذکر کا حق رکھتا ہے۔ ان پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا میں اُسے اپنی پہچان خود کرائے دیتا ہوں، وہ جان لے کہ میں علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جن کی بے حرمتی کی گئی، جن کا سامان چھینا گیا اور جن کے گھر والوں کو قیدی بنایا گیا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جسے فرات کے کنارے شہید کیا گیا جسے بے گناہ اور بے جرم و خطا قتل کیا گیا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جسے گھیر کر قتل کیا گیا اور ہمارے لئے یہی افتخار کافی ہے۔

اے لوگو! میں تمہیں قسم دیتا ہوں، ذرا سوچو کہ تم نے ہی میرے پدر بزرگوار کو خط لکھا اور پھر تم ہی نے ان کو دھوکہ دیا اور تم نے ان کے ساتھ عہد و پیمان کیا اور ان کی بیعت کی اور پھر تم نے ہی ان کو شہید کیا اور ان کی اہانت کی۔

تمہارا برا ہو کہ تم نے اپنے لئے ہلاکت کا سامان مہیا کرلیا اور تمہاری رائے کس قدر بری ہے۔

تم کن آنکھوں سے رسول اللہ کو دیکھو گے جب رسول تم سے باز پرس کریں گے کہ:

تم لوگوں نے میری عترت کو قتل کیا اور میرے اہل حرم کو ذلیل کیا اس لئے تم میری امت میں سے نہیں ہو۔

پھر ہر طرف سے لوگوں کے رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے: تم ہلاکت میں پڑ گئے ہو جبکہ تمہیں علم بھی نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ اس پر رحمت نازل کرے جو میری نصیحت کو قبول کرے اور اللہ، اس کے رسول اور رسول کے اہل بیتؑ کے بارے میں میری سفارش کا خیال رکھے۔ بے شک رسول خداؐ ہمارے لئے بہترین نمونۂ عمل ہیں۔

سب نے مل کر کہا: اے فرزند رسول! ہم سب آپ کا فرمان سننے والے، آپ کی اطاعت کرنے والے اور آپ سے کئے عہد و پیمان کو نبھانے والے ہیں اور ہم اس میں کوتاہی نہیں کریں گے اور آپ سے کبھی منہ نہیں موڑیں گے۔ اور آپ جس چیز کا حکم دیں گے اس کی اطاعت کریں گے، اللہ آپ پر رحمت نازل کرے، ہم آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں اور جن کی آپ سے صلح ہے ہماری صلح ان سے ہے۔ ہم یزید سے خون (حسینؑ) کا انتقام لیں گے اور جنہوں نے آپ اور ہم پر ظلم کیا ہے اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! اے دھوکے باز اور حیلہ و مکر کرنے

والو، تم اپنی قلبی خواہش کبھی نہ پاسکو گے، کیا تم مجھے بھی دھوکہ دینا چاہتے ہو؟ جیسا کہ اس سے پہلے تم میرے بابا کو دھوکہ دے چکے ہو۔

ہرگز نہیں، حج کے راستے دوڑنے والے اونٹوں کے رب کی قسم! ایسا نہیں ہوگا۔ ابھی ہمارے دلوں کے زخم مندمل نہیں ہوئے ہیں، کل کی بات ہے جب میرے بابا کو ان کے خاندان کے ساتھ شہید کر دیا گیا، ابھی رسول خداؐ کی مصیبت اور میرے بابا اور ان کے بیٹوں کا داغ بھلا نہیں پائے ہیں۔ اور یہ غم و غصہ ابھی تک میرے گلے میں اٹکا ہوا ہے اور اس کی کڑواہٹ ابھی تک میرے حلق اور حلقوم کے درمیان ہے اور اُس کا غم میرے سینے میں جوش مار رہا ہے۔ اِس وقت میرا تم سے مطالبہ یہ ہے کہ تم لوگ نہ ہمارے حق میں رہو اور نہ ہمارے خلاف۔

پھر فرمایا:

تعجب نہیں ہے اگر حسین کو ظلم و ستم کے ساتھ شہید کیا گیا ہے کیونکہ اس سے بہتر (علی) کو بھی شہید کیا گیا جو ان سے بہتر تھے۔

اے اہل کوفہ! حسین کے قتل پر خوش کیوں ہوتے ہو کیونکہ یہ گناہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

نہر فرات کے کنارے شہید ہونے والے پر میری روح فدا ہو اور جس نے انہیں قتل کیا ہے اس کی سزا جہنم کی آگ ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ہم سر کے بدلے سر پر تم سے راضی ہیں، نہ ہمارے حق میں رہو اور نہ خلاف۔

راوی کہتا ہے: اس کے بعد ابن زیاد اپنے قصر میں بیٹھا اور لوگوں کو اندر آنے

کی عمومی اجازت دے دی۔

امام حسینؑ کے سرکو لاکر ابن زیاد کے برابر میں رکھا گیا۔ وہ سر مبارک کو دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا اور ہاتھ میں پکڑی چھڑی سے آپ کے دندان مبارک پر جسارت کرنے لگا۔ اور کہہ رہا تھا: حسینؑ کے دانت کتنے خوبصورت ہیں؟

اس کے بعد کہا: اے اباعبداللہ! جلدی بوڑھے ہو گئے، آج کا دن روزِ بدر کا بدلہ ہے۔

وہاں موجود انس ابن مالک گریہ کرنے لگا اور کہنے لگا: حسینؑ سب سے زیادہ رسول خداؐ سے شباہت رکھتا ہے اور ''وسمہ'' (ایک قسم کا خضاب) سے اپنی داڑھی کو خضاب کرتا تھا۔

ابن زیاد کے قریب اصحاب رسول میں سے زید ابن ارقم بیٹھا ہوا تھا جو بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا کہ ابن زیاد امام حسینؑ کے دندان مبارک کے ساتھ جسارت کر رہا ہے تو کہنے لگا:

اپنی چھڑی کو ان دانتوں سے ہٹا لو، کیونکہ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں نے کئی مرتبہ رسول خداؐ کو ان ہونٹوں کا بوسہ لیتے دیکھا ہے۔ اس کے بعد گریہ کرنے لگے۔

ابن زیاد نے کہا: خدا تمہیں رُلائے، کیا تو نصرت الٰہی پر رو رہا ہے؟ خدا کی قسم! اگر بڑھاپے سے تیری عقل ضائع نہ ہوگئی ہوتی تو ابھی تیری گردن اڑا دیتا۔

زید اس کے سامنے سے کھڑا ہوا اور کہہ رہا تھا:

اے لوگو! آج کے بعد تم غلام ہو۔ تم نے فاطمہ کے فرزند کو قتل کیا اور مرجانہ کے

بیٹے (ابن زیاد) کو حکومت دے دی۔ خدا کی قسم! وہ تمہارے بہترین لوگوں کو قتل کرے گا اور تمہارے بدترین لوگوں کو اپنا غلام بنائے گا۔ خدا اُس کو ہمیشہ ذلیل وخوار رکھے گا جو ذلت اور ننگ و عار پر راضی رہے گا۔

پھر زید نے کہا: اے پسر زیاد! میں ایک اور روایت تیرے لئے نقل کرتا ہوں جو اس سے بھی زیادہ سنگین ہے: میں نے دیکھا ہے کہ حضرت رسول خداؐ ایک دن اپنے دائیں زانو پر امام حسنؑ کو اور بائیں پر امام حسینؑ کو بٹھائے ہوئے تھے اور آپ نے ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اے اللہ! میں ان دونوں کو اور مومنین میں سے صالح بندے (امیر المومنین) کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اے پسر زیاد! مجھے بتلا کہ تو حضرت رسول خداؐ کی ان امانتوں کے ساتھ کس طرح پیش آیا؟

اتنے میں حسینؑ کے بچے اور خواتین کو ابن زیاد کے دربار میں لایا گیا۔ زینبؑ بنت علیؑ قصر کے ایک کونے میں بیٹھ گئیں (تا کہ نامحرم متوجہ نہ ہوں)۔ ابن زیاد نے پوچھا: یہ عورت کون ہے؟ جواب دیا گیا: یہ علی کی بیٹی زینب ہے۔

ابن زیاد نے زینب کی طرف رُخ کیا اور کہنے لگا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے تم کو ذلیل وخوار کیا، قتل کیا اور تمہارے جھوٹ کو تم پر ظاہر کیا۔

حضرت زینبؑ نے فرمایا: شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمارے نانا حضرت رسول خداؐ کے سبب ہم لوگوں کو عزت اور بزرگی عطا فرمائی اور دنیا کی تمام برائیوں سے ہم کو دور رکھا۔ بے شک خدا فاسقوں کو ذلیل وخوار کرتا ہے۔ اور بدکار جھوٹ بولتا ہے لیکن ہم لوگ ان میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ اور ہی ہیں۔

ابن زیاد نے کہا: دیکھو خدا نے تمہارے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟

حضرت زینبؑ نے فرمایا: میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سراسر بہتری ہے کیونکہ وہ محترم اور معزز ہستیاں ہیں جنہیں خدا نے شہادت کا درجہ بخشا ہے۔اسی لئے وہ اپنی ابدی آرامگاہ کی طرف چلے گئے ہیں۔

اور اللہ بہت جلد تمہیں ان کے ساتھ اکٹھا کرے گا اور تجھ سے اس ظلم کی باز پرس کرے گا، دیکھنا اُس دن کامیاب کون ہوگا؟ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے اے مرجانہ کے بیٹے!

راوی کہتا ہے: یہ سنتے ہی ابن زیاد کو سخت غصہ آ گیا گویا اس نے حضرت زینبؑ کو قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا ہو۔

عمرابن حریث نے ابن زیاد سے کہا: یہ صرف ایک عورت ہے اور کسی عورت کو اس کی باتوں کی وجہ سے مواخذہ نہیں کرنا چاہیے۔

ابن زیاد نے زینب سے کہا: حسین اور اس کے اہل بیت باغی تھے، ان کے قتل سے اللہ نے ہمارے کلیجے ٹھنڈے کر دیئے۔

حضرت زینبؑ نے فرمایا: قسم ہے اپنی جان کی! تو نے میرے خاندان کے بزرگ کو قتل کیا اور میری شاخوں کو کاٹ ڈالا اور میری جڑوں کو اکھاڑ پھینکا ہے۔اگر تیرا کلیجہ اس سے ٹھنڈا ہوتا ہے تو ہو جائے۔

ابن زیاد نے کہا: یہ عورت کس طرح قافیے جوڑ جوڑ کر بات کر رہی ہے، مجھے اپنی جان کی قسم ہے اس کا باپ بھی قافیہ پرداز شاعر تھا۔

حضرت زینبؑ نے فرمایا: اے زیاد کے بیٹے! عورت کا قافیہ پردازی سے کیا واسطہ؟ میرا کام قافیہ پردازی نہیں ہے بلکہ جو کچھ میں نے کہا ہے یہ میرے سینے کا

درد ہے۔

پھر ابن زیاد نے علی ابن حسین کی طرف رُخ کیا اور پوچھا: یہ کون ہے؟ جواب دیا گیا کہ: یہ علی ابن حسین ہے۔اس نے کہا: کیا علی بن الحسین کو خدا نے قتل نہیں کیا؟ علیؑ نے جواب میں فرمایا: میرا ایک بھائی تھا جس کا نام علی بن الحسین تھا لوگوں نے ان کو قتل کرڈالا۔

ابن زیاد کہنے لگا کہ:

تیرے بھائی کو خدا نے قتل کیا ہے۔

علیؑ نے فرمایا: اللہ ہی ہے جو روحوں کو موت کے وقت اپنی طرف بلا لیتا ہے اور جو نہیں مرتے ہیں ان کی روحوں کو بھی نیند کے وقت طلب کر لیتا ہے۔

ابن زیاد نے کہا: تیری یہ جرأت کہ تو مجھے جواب دیتا ہے؟ لے جا کر اس کی گردن اُڑادو۔

جب آپ کی پھوپھی زینبؑ نے یہ حکم سنا تو آپ سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں: اے زیاد کے بیٹے! تو نے میرے لئے کسی کو نہیں چھوڑا، اگر اسے قتل کرنے کا ارادہ ہے تو پہلے مجھے قتل کردے۔

☆ آج نہ میرا باپ زندہ ہے نہ کوئی چچا تا کہ ان کے پاس پناہ لے سکوں اور نہ کوئی مہربان بھائی باقی رہا تا کہ اس کی منتظر رہوں۔

☆ میرے بھائی کا سرتن سے جدا کر دیا گیا اور میرے کارواں کو لوٹا گیا اور زمین اپنی وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئی اور میرے بچے بغیر کسی سرپرست کے رہ گئے۔

☆ میں حیران و پریشان ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہ گئی کیونکہ میری حفاظت کے لئے نہ عباسؑ تھا اور نہ حسینؑ۔

☆ اور جب میں روتی تھی تو مجھ پر ستم کیا جاتا تھا اور میرا دل ٹوٹ جاتا تھا۔

پس ابن زیاد نے تھوڑی دیر کے لئے حضرت زینب اور امام زین العابدینؑ کی طرف دیکھا اور کہا: کیسا عجیب خاندان ہے؟ خدا کی قسم! یہ خاتون چاہتی ہے کہ میں اسے اس جوان کے ساتھ قتل کر دوں۔ اس جوان کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔

پس علیؑ ابن الحسینؑ نے اپنی پھوپھی سے فرمایا: پھوپھی جان! آپ اطمینان رکھیں، میں ذرا اس سے بات کرلوں۔

اس کے بعد آپ نے ابن زیاد کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے زیاد کے بیٹے! کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا تجھے نہیں معلوم کہ قتل ہونا ہماری عادت اور شہادت ہمارا افتخار ہے؟

اس کے بعد ابن زیاد نے علیؑ ابن حسینؑ اور ان کے خاندان کو اس گھر میں منتقل کرنے کا حکم دیا جو مسجد کے ہمسائے میں ہے۔

علی کی بیٹی زینب نے فرمایا: ہمارے پاس کوئی عرب خاتون نہ آئے سوائے ام ولد یا کنیزوں کے کیونکہ انہوں نے ہماری طرح اسیری دیکھی ہے۔

پھر ابن زیاد نے حکم دیا کہ سر حسینؑ کو کوفہ کے کوچہ و بازار میں پھرایا جائے۔

اس کے بعد ابن زیاد منبر پر گیا اور اللہ کی حمد و ثنا بجا لایا اور اس کے بعد اپنی باتوں کے درمیان کہا: شکر ہے اس خدا کا جس نے حق اور اہل حق کو فتح و نصرت عطا فرمائی اور امیر المومنین یزید اور اس کے لشکر کی مدد کی اور جھوٹے کے بیٹے جھوٹے اور

اس کے شیعوں کو قتل کیا۔

اس سے پہلے کہ کچھ اور کہے عبداللہ ابن عفیف ازدی کھڑا ہوا۔ یہ بزرگوار شیعوں میں بہترین اور زاہدوں میں سے تھے، بائیں آنکھ میں جنگ جمل جبکہ دائیں آنکھ میں جنگ صفین میں تیر لگنے کی وجہ سے آپ نابینا ہو گئے تھے۔آپ ہمیشہ مسجد میں ہوتے تھے اور صبح سے رات تک نماز پڑھتے رہتے تھے۔

عبداللہ ابن عفیف نے کہا: اے مرجانہ کے بیٹے! تو اور تیرا باپ دونوں جھوٹے ہیں اور جس نے تجھ کو حاکم بنایا ہے وہ بھی اور اس کا باپ بھی جھوٹا ہے۔

او دشمن خدا! تو اولاد رسول کو قتل کر کے مسلمانوں کے منبر سے ایسی گستاخانہ باتیں کرتا ہے۔

ابن زیاد نے غضبناک ہو کر پوچھا: یہ کون ہے جو اس قسم کی باتیں کر رہا ہے؟

عبداللہ ابن عفیف نے کہا: اے دشمن خدا! میں بات کر رہا ہوں۔ رسول خدا کے پاک خاندان کو تو قتل کر دیتا ہے جن سے اللہ نے ہر قسم کے رجس کو دور کیا ہے، اس کے باوجود کیا تیرا خیال ہے کہ تو اب بھی دین اسلام پر باقی ہے؟

ہائے اللہ! کہاں ہیں مہاجرین و انصار کی اولادیں؟ تا کہ تجھ سے اور تیرے اس سرکش امیر سے انتقام لیں جو اپنے باپ سمیت رسول خدا کی زبانی ملعون قرار پایا ہے۔

راوی کہتا ہے: ابن زیاد کے غصے میں مزید اضافہ ہوا یہاں تک کہ اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں، کہنے لگا: اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔

اس کے سپاہی چاروں طرف سے اس کی طرف بڑھے تا کہ اسے گرفتار

کرلیں۔

لیکن قبیلہ ازد کے بزرگ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے جو عبداللہ کے چچا زاد تھے اور عبداللہ کو ان کے ہاتھ سے آزاد کر دیا۔

اور مسجد کے دروازے سے باہر لے گئے اور اس کے گھر پہنچایا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ: جاؤ اور قبیلہ ازد کے اس اندھے کو میرے پاس لاؤ جس کے دل کو بھی اس کی آنکھوں طرح اللہ نے اندھا کیا ہے۔

اس کے سپاہی روانہ ہوئے، جیسے ہی یہ خبر قبیلہ ازد تک پہنچی، وہ جمع ہوئے اور یمن کے قبیلوں نے بھی ان کا ساتھ دیا تاکہ ان کے بزرگ کو گرفتار ہونے سے بچائیں۔

جب ابن زیاد تک یہ اطلاع پہنچی تو اس نے مضر کے قبیلوں کو جمع کیا اور محمد ابن اشعث کی سربراہی میں انہیں جنگ کا حکم دیا۔

ایک سخت جنگ برپا ہوئی جس میں عرب کا ایک گروہ قتل ہو گیا اور ابن زیاد کے سپاہیوں نے عبداللہ ابن عفیف کے گھر تک پیشقدمی کر لی۔ اور گھر کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔

اس کی بیٹی نے چیخ کر کہا: لشکر آ گیا جس کا خوف تھا۔

عبداللہ نے کہا: انہیں تم سے کوئی سروکار نہیں ہے، میری تلوار لاؤ۔ پس بیٹی نے تلوار انہیں دے دی۔

اور عبداللہ نے اپنا دفاع کرنا شروع کر دیا جبکہ وہ کہہ رہے تھے:

میں صاحب فضل کا بیٹا ہوں، جو پاکیزہ و طاہر تھے، عفیف میرا باپ اور وہ ام

عامر کا بیٹا ہے۔

تمہارے بہت سے افراد اور بہادروں کو میں نے خاک وخون میں نہلا دیا ہے جن کے بدن پر زرہ تھی یا نہ تھی۔

اس کی بیٹی کہتی تھی: بابا! کاش میں لڑکا ہوتی تو آج آپ کے سامنے ان بدکار لوگوں سے جنگ کرتی جنہوں نے پیغمبر خداؐ کی عترت کو شہید کیا۔

ابن زیاد کے سپاہی ہر طرف سے عبداللہ پر حملہ آور ہوئے جبکہ وہ اپنا دفاع کر رہے تھے اور کوئی ان پر حاوی نہیں ہو پا رہا تھا۔ جس طرف سے سپاہی ان کے نزدیک ہوتے تھے اس کی بیٹی بتاتی جاتی تھی کہ بابا اب حملہ داہنی طرف سے ہو رہا ہے اور اب بائیں جانب سے ہو رہا ہے۔ آخر کار کچھ دیر لڑنے کے بعد دشمنوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور دشمن نے ان کو گھیر لیا۔

اس کی بیٹی نے کہا: ہائے! یہ ذلت و بیچارگی! میرے بابا کو گھیر لیا اور کوئی مدد کرنے والا نہیں ہے جس سے میرا باپ مدد مانگے۔

عبداللہ اپنے اردگرد تلوار گھماتے تھے اور کہتے تھے:

کاش اگر میری بینائی ہوتی تو یہ مقام اور جگہ تمہارے اوپر تنگ ہو چکی ہوتی۔

عبداللہ بن عفیف نے ان کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ آخر گرفتار ہو گئے اور ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا۔ جیسے ہی ان پر ابن زیاد کی نظر پڑی اس نے کہا: اس خدا کا شکر جس نے تجھے ذلیل و خوار کیا۔

عبداللہ ابن عفیف نے کہا: اے دشمن خدا! اللہ نے مجھے کیسے ذلیل کیا؟

ابن زیاد نے کہا: اے دشمن خدا! عثمان ابن عفان کے بارے میں کیا

کہتے ہو؟

عبداللہ نے کہا: اے بنی علاج کے غلام! اور اے مرجانہ کے بیٹے! تمہارا عثمان سے کیا واسطہ؟ انہوں نے اچھا کیا یا برا، اصلاح کی یا تباہی، اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے اعمال کا حاکم ہے اور وہی ان کے اور عثمان کے معاملات کا حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والا ہے۔

لیکن تو مجھ سے اپنے، اپنے باپ، یزید اور اس کے باپ کے بارے میں پوچھ۔

ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم! میں تجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کروں گا، یہاں تک کہ گھٹ گھٹ کر مرے گا اور موت کا مزہ چکھے گا۔

عبداللہ ابن عفیف نے کہا: اس خدا کا شکر ہے جو کائنات کا پروردگار ہے۔ اس سے پہلے کہ تیری ماں تجھے جنے میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی مجھے شہادت نصیب فرمائے اور یہ شہادت تیری مخلوقات میں سب سے زیادہ ملعون اور اللہ کے سب سے بڑے نافرمان کے ہاتھوں ہو۔ جیسے ہی میری آنکھوں کی بینائی چلی گئی میں شہادت سے مایوس ہو گیا تھا۔

اور اب اس خدا کا شکر ہے جس نے ناامیدی کے بعد مجھے شہادت کا موقع عنایت فرمایا اور مجھے دکھا دیا کہ میری پرانی دعا کو اس نے شرف قبولیت عطا کر دیا ہے۔

ابن زیاد نے کہا: اس کی گردن اُڑا دو۔ انہیں شہید کیا گیا اور سبخہ نامی جگہ پر ان کی لاش کو لٹکایا گیا۔

راوی کہتا ہے: عبیداللہ ابن زیاد نے یزید کو خط لکھا اور حسینؑ کے قتل اور ان

کے اہل بیتؑ کی اسیری کے بارے میں آگاہ کیا۔

جیسے ہی عبید اللہ ابن زیاد کا خط یزید کو ملا اور خط کے مضمون سے آگاہ ہوا ابن زیاد کو جواب میں لکھا کہ: حسین اور اس کے ساتھیوں کے سر، جو ان کے ساتھ قتل ہوئے، حسین کے اموال، ان کی خواتین اور گھر والوں کے ساتھ شام بھیج دو۔

ابن جوزی کہتا ہے: سپاہی انہیں شام کی طرف لے گئے اور جب بھی کسی منزل پر پہنچتے تھے امام حسینؑ کے سر کو صندوق سے نکال کر نیزے پر بلند کر دیتے تھے اور اگلے دن روانگی تک پوری رات اس کی حفاظت کرتے تھے اور روانہ ہوتے وقت سر کو دوبارہ صندوق میں رکھتے تھے۔

جب وہ ایک منزل پر پہنچے تو وہاں ایک کلیسا تھا جس میں ایک راہب رہتا تھا۔ انہوں نے اپنی عادت کے مطابق سے امام حسینؑ کے سر کو صندوق سے نکالا اور نیزے پر بلند کر دیا اور نیزے کو مسیحی عالم کے کلیسا کی دیوار کے ساتھ کھڑا کیا اور وہاں پہرہ دینے لگے۔

جب آدھی رات گزر گئی تو راہب نے دیکھا کہ ایک نور سر مبارک سے نکل کر آسمان کی طرف جا رہا ہے۔ راہب پہرہ دینے والے سپاہیوں کے پاس آیا اور پوچھا: تم لوگ کون ہو؟

انہوں نے کہا: ہم ابن زیاد کے ساتھی ہیں۔

راہب نے پوچھا: یہ سر کس کا ہے؟

انہوں نے کہا: یہ حسین ابن علی ابن ابی طالب کا سر ہے جو رسول خدا کی بیٹی کا فرزند ہے۔

راہب نے پوچھا: کیا یہ تمہارے پیغمبر کی بیٹی کے فرزند کا سر ہے؟

انہوں نے جواب دیا: ہاں

راہب نے کہا: تم کتنی بری قوم ہو، اگر عیسیٰ مسیح کا کوئی بیٹا ہوتا تو ہم اسے اپنی پلکوں پر بٹھاتے۔

اس کے بعد کہا: کیا میرے ساتھ سودا کرنے کے لئے تیار ہو؟

انہوں نے کہا: کیسا سودا؟

راہب نے کہا: میرے پاس ہزار درہم ہیں جو میں تمہیں دیتا ہوں اور تم اس سر کو رات بھر کے لئے میرے حوالے کر دو اور جب یہاں سے روانہ ہونے لگو تو مجھ سے لے لینا۔

انہوں نے کہا: ٹھیک ہے، اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے۔

سر اس کے حوالے کر دیا اور اس نے ہزار درہم انہیں دے دیئے۔

راہب نے لے جا کر سر کو دھویا، اسے معطر کیا اور اسے اپنی گود میں رکھا اور پوری رات گریہ کرتے گزاری۔

جب صبح ہوئی تو کہا: اے سر! میرے پاس اپنی ذات کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ: اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور آپ کے نانا محمد اللہ کے رسول ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ میں آپ کا غلام ہوں۔

اس کے بعد کلیسا سے باہر آیا اور اہل بیتؑ کی خدمت شروع کر دی۔

اس کے بعد یہ گروہ حسینؑ اور اس کے اہل بیتؑ کے سر اور ان کی اسیر خواتین اور گھر والوں کو شام کی طرف لے گیا۔

جب شہر دمشق کے قریب پہنچے تو ام کلثوم شمر کے پاس گئیں جو ان کے ساتھ تھا اور اس سے کہا: میری تم سے ایک درخواست ہے۔

شمر نے کہا: اے علی کی بیٹی! تمہاری درخواست کیا ہے؟

ام کلثوم نے فرمایا: ہمیں جب اس شہر میں لے جارہے ہو تو ایسے راستے سے لے چلو جس میں تماشائی کم ہوں اور سپاہیوں سے کہہ دو کہ ان سروں کو محملوں کے درمیان سے نکال کر آگے لے جائیں۔

ہماری طرف اٹھنے والی نظروں کی کثرت سے ہم شرمسار ہورہے ہیں جبکہ ہم اسیری کی حالت میں ہیں۔ شمر نے اپنی خباثت اور بغض وعناد کی وجہ سے ان کے جواب میں سپاہیوں کو حکم دیا کہ نیزوں پر بلند سروں کو محملوں کے درمیان رکھا جائے۔ اور اس نے اسیروں کو تماشائیوں کے درمیان سے گزارا۔

یہاں تک کہ شہر دمشق کے دروازے کے پاس پہنچ گئے اور دمشق کی جامع مسجد کے دروازے پر قافلے کو روک لیا گیا جہاں قیدیوں کو روکا جاتا تھا۔ اس دن ماہ صفر کا پہلا دن تھا۔

راوی کہتا ہے: ایک بوڑھا شخص حسینؑ کے اہل بیت اور خواتین کے نزدیک آیا جبکہ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے تھے۔ اس نے کہا:

اس خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا اور ہلاک کیا اور تمہارے مردوں کو قتل کر کے شہروں کو محفوظ بنایا اور امیر المومنین کو تم لوگوں پر مسلط کیا۔

علیؑ ابن حسینؑ نے اس سے فرمایا: اے شیخ! کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟

اس نے کہا: ہاں، پڑھا ہے۔

فرمایا: کیا تم نے یہ آیت پڑھی ہے: قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ، آپؐ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقرباء سے محبت کرو۔ (سورہ شوریٰ آیت ۲۳)

اس نے کہا: ہاں پڑھی ہے۔

علیؑ ابن الحسینؑ نے فرمایا: اے شیخ! ہم پیغمبر کے قرابتدار ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: کیا تم نے سورہ بنی اسرائیل کی یہ آیت بھی پڑھی ہے: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ ، اور قرابتداروں کو ان کا حق دے دو۔ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶)

اس نے کہا: ہاں پڑھی ہے۔

علیؑ ابن الحسینؑ نے فرمایا: اے شیخ! ہم ہی رسول خدا کے قرابتدار ہیں۔

پھر فرمایا: کیا تم نے یہ آیت پڑھی ہے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ، اور یہ جان لو کہ تمہیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، رسولؐ کے قرابتدار، ایتام، مساکین اور مسافران غربت زدہ کے لئے ہے۔ (سورہ انفال آیت ۴۱)

اس نے کہا: ہاں

علیؑ ابن الحسینؑ نے فرمایا: ہم ہی وہ قرابتدار ہیں۔

پھر پوچھا: کیا تم نے یہ آیت پڑھی ہے: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۳۳ ، بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہلبیت

کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ (سورہ احزاب آیت ۳۳)

اس نے کہا: ہاں یہ آیت بھی پڑھی ہے۔

علیؑ ابن الحسینؑ نے فرمایا: ہم وہی اہل بیت ہیں جن کے ساتھ اللہ نے آیہ تطہیر کو مخصوص کیا ہے۔

بوڑھا آدمی اپنی باتوں پر پشیمان ہو گیا اور امام زین العابدینؑ کی طرف رخ کر کے کہنے لگا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم وہی ہو جیسا تم نے بتایا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم وہی خاندان ہیں اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے۔ اور اپنے نانا رسول خداؐ کے حق کی قسم! کہ ہم وہی خاندان ہیں۔ یہ سنتے ہی بوڑھے نے گریہ شروع کر دیا اور اپنا عمامہ زمین پر پھینک دیا۔

اس کے بعد آسمان کی طرف رخ کر کے کہنے لگا: اے اللہ! ہم آل محمدؐ کے دشمنوں سے بیزار ہیں چاہے وہ انسانوں میں سے ہوں یا جنوں میں سے۔

اس کے بعد کہا: کیا میرے لئے توبہ کی کوئی راہ ہے؟

فرمایا: ہاں، اگر توبہ کرو تو پروردگار عالم قبول کرنے والا ہے اور اس وقت تمہارا شمار ہمارے ساتھ ہو جائے گا۔

اس نے عرض کیا: میں نے توبہ کر لی۔

جب یزید کو اس بوڑھے کے واقعے کا علم ہوا تو اس نے اس کے قتل کا حکم دیا اور اس بوڑھے کو قتل کر دیا گیا۔

سہل ابن سعد الساعدی کہتا ہے: میں بیت المقدس کی طرف سفر میں جا رہا تھا

کہ راستے میں شام سے گزر رہوا۔ میں ایک ایسے شہر میں پہنچا جس میں ہر طرف نہریں اور درخت تھے۔ ہر طرف دیباج کے پردے آویزاں کئے گئے تھے اور لوگ خوشیاں منا رہے تھے جبکہ خواتین دف اور طبل بجانے میں مشغول تھیں۔

میں نے اپنے آپ سے کہا: شام کے لوگوں کی کوئی ایسی عید تو نہیں تھی جس کا علم ہمیں نہ ہو۔

کچھ لوگوں کو دیکھا جو آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ میں نے کہا: کیا شام میں کوئی ایسی عید ہے جس کی خبر ہمیں نہیں ہے؟

انہوں نے کہا: اے شیخ! تم کوئی مسافر لگتے ہو۔

میں نے کہا: میں رسول خداؐ کا صحابی سہل ابن سعد ہوں۔

انہوں نے کہا: اے سہل! ہمیں تعجب ہو رہا ہے کہ آسمان سے خون کی بارش کیوں نہیں ہو رہی ہے اور زمین لوگوں کے ساتھ دھنس کیوں نہیں جاتی۔

میں نے کہا: کیوں؟

انہوں نے کہا: یہ محمد کے نواسے حسین کا سر ہے جسے عراق سے یزید کے لئے تحفے کے طور پر لایا گیا ہے۔

میں نے کہا: واعجبا! حسین کا سر تحفے کے طور پر لایا جاتا ہے اور لوگ خوشیاں منا رہے ہیں؟

میں نے پوچھا: کس دروازے سے داخل کیا جائے گا؟

ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا گیا جسے باب ساعات کہا جاتا ہے۔

ابھی بات کر ہی رہا تھا کہ کچھ پرچم دیکھے جو ایک کے بعد ایک آگے آ رہے

تھے اور ایک سواری آئی جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا اور اس پر ایک سر تھا جو رسول خداؐ سے سب سے زیادہ مشابہ تھا۔

اور اس کے پیچھے بے کجاوہ اونٹوں پر سوار خواتین کو لایا جا رہا تھا۔ ان میں سے ایک کے نزدیک گیا اور پوچھا: تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں سکینہ بنت الحسین ہوں۔

میں نے اس سے کہا: کیا کوئی ایسی خواہش ہے جو آپ کے لئے انجام دوں؟ میں سہل ابن سعد ہوں جس نے آپ کے جد سے ملاقات کی ہے اور ان کی حدیثیں سنی ہیں۔

سکینہ نے فرمایا: اے سہل! جو شخص سر لے کر جا رہا ہے اس سے کہہ دو کہ اسے ذرا آگے لے جائے تا کہ لوگ سر کو دیکھنے میں مشغول ہو جائیں اور رسول خدا کے حرم کی طرف نہ دیکھیں۔

سہل کہتا ہے: میں اس شخص کے نزدیک گیا اور اس سے کہا: کیا میری ایک خواہش پوری کرو گے جس کے بدلے تمہیں سونے کے چار سو دینار دوں گا؟

اس نے کہا: تمہاری کیا خواہش ہے؟ میں نے کہا: اس سر کو اہل حرم سے دور لے جاؤ۔ پس اس شخص نے ایسا کر دیا اور میں نے دینار اسے دے دیئے۔

زہری کہتا ہے: جب سروں کو لایا گیا، تو یزید جیرون (جسے باب ساعات بھی کہا جاتا ہے) کے سامنے کوئی شعر پڑھ رہا تھا۔ اتنے میں سنا کہ ایک کوا کائیں کائیں کر رہا ہے۔

☆ اسیروں کا کارواں نمودار ہوا اور سورج (جو نیزوں پر بلند تھے) جیرون کی بلندیوں پر چمکنے لگا۔

☆ ایک کوّا آوازیں نکالنے لگا۔ میں اس سے کہہ رہا تھا چاہے تو خاموش ہوجا چاہے تو آوازیں نکالتے جا، میں نے تو اپنے مقروض سے قرض چکا لیا ہے۔

پھر حسین کے پسماندگان اور خواتین کو یزید کے دربار میں لایا گیا جبکہ وہ رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔

جب یزید کے سامنے اسیروں کو کھڑا کیا گیا تو علیؑ ابن الحسینؑ نے یزید سے فرمایا: یزید! تمہیں خدا کی قسم ہے، اگر رسول خدا ہمیں اس حال میں دیکھتے تو تیرے خیال میں کیا کرتے؟

یزید نے حکم دیا اور رسیاں کاٹ دی گئیں۔ اس نے ایک آری منگوائی، جو لائی گئی۔ اس نے امام زین العابدینؑ کی گردن سے طوق (وہ لکڑی جو گردن اور ہاتھوں میں باندھی جاتی ہے) کو آری سے کاٹنا شروع کر دیا۔

جب طوق کو امام کی گردن سے ہٹایا گیا تو خون جاری ہونا شروع ہوا۔

ابن اثیر کتاب الکامل میں لکھتا ہے: اہل شام میں سے کسی آدمی کی نگاہ حسین کی بیٹی فاطمہ پر پڑی۔

اس نے اشارہ کرتے ہوئے یزید سے کہا کہ: یہ کنیز مجھے دے دے۔

فاطمہ کہتی ہے: میں کانپ گئی اور سوچنے لگی کہ کیا یہ کام ان کے لئے جائز ہے؟ اپنی پھوپھی زینب کے کپڑے تھامے اور کہا: پھوپھی جان! یتیم تو ہوگئی ہوں کیا اب کنیز بنوں گی؟

زینب نے فرمایا: نہیں، یہ فاسق ایسا نہیں کرسکتا۔ اور وہ جانتا تھا کہ یہ کام نہیں ہوسکتا۔

زینب نے شامی مرد سے کہا: تو نے جھوٹ بولا اور خدا کی قسم! تیری ملامت کی جائے گی۔ خدا کی قسم! یہ کام نہ تو کر سکتا ہے اور نہ یزید۔

یزید کو غصہ آ گیا: خدا کی قسم! تم نے جھوٹ بولا، میں یہ کام کر سکتا ہوں اور اگر چاہوں تو یہ کر دوں گا۔

زینب نے کہا: خدا کی قسم! تو ایسا نہیں کر سکتا، خدا تجھے اس کی اجازت نہیں دے سکتا مگر یہ کہ تو دائرہ اسلام سے نکل جائے اور ہمارے دین سے نکل کر کسی دوسرے دین میں داخل ہو جائے۔

یزید مزید غصے میں آ گیا اور کہنے لگا: تم مجھ سے کیسے بات کر رہی ہو؟ تیرا باپ اور بھائی تھے جو دین سے خارج ہوئے۔

زینب نے کہا: اللہ کے دین کی طرف جو میرے بابا اور بھائی کا دین ہے تمہاری اور تمہارے باپ کی ہدایت ہوئی، اگر تم واقعی مسلمان ہو تو۔

یزید نے کہا: اے دشمن خدا! تم جھوٹ بول رہی ہو۔

زینب نے یزید سے کہا: تو ایسا ظالم حاکم ہے جو دشنام دیتا ہے اور اپنی سلطنت کے بل بوتے پر دوسروں پر ظلم و ستم کرتا ہے۔ یہ سن کر وہ شرمندہ ہوا اور خاموش ہو گیا۔

اس شامی مرد نے دوبارہ اپنی درخواست یزید کے سامنے رکھی۔ یزید نے کہا: مجھ سے دور ہو جا، خدا تجھے ہلاک کر دے۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟

اس شامی نے کہا: یہ کنیز کون ہے؟

یزید نے کہا: یہ حسین کی بیٹی فاطمہ ہے اور وہ علی ابن ابی طالب کی بیٹی زینب ہے۔

شامی مرد نے کہا: حسین، فاطمہ اور علی ابن ابی طالب کا بیٹا؟

یزید نے کہا: ہاں

شامی مرد نے کہا: اے یزید! خدا کی تجھ پر لعنت ہو، کیا تو پیغمبر کے خاندان کو قتل کرتا ہے اور ان کی اولاد کو قیدی بناتا ہے۔ خدا کی قسم! میرا خیال تھا کہ یہ روم کے اسیر ہیں۔

یزید نے کہا: خدا کی قسم! تجھے بھی ان ہی کے پاس بھیجتا ہوں اور یزید کے حکم سے اس کا سر قلم کر دیا گیا۔

یزید نے حکم دیا کہ حسین کا سر لایا جائے۔ سونے کے طشت میں حسین کا سر اس کے سامنے لاکر رکھا گیا۔ خواتین اس کے پیچھے تھیں۔ سکینہ اور فاطمہ کھڑی ہو گئیں اور اپنی گردنیں اونچی کر رہی تھیں تا کہ بابا کے سر کی زیارت کر سکیں۔ اور یزید ان سے چھپا رہا تھا، جیسے ہی ان کی نگاہیں سر مطہر پر پڑیں بلند آواز سے گریہ کرنے لگیں۔

پھر یزید نے عام لوگوں کو بھی اجازت دی کہ داخل ہو جائیں۔ یزید اپنے ہاتھ کی چھڑی سے امام حسینؑ کے دانتوں کے ساتھ بے ادبی کرنے لگا اور کہنے لگا: یہ دن بدر کے دن کے بدلے میں۔

اس کے بعد ایک شعر کہا:

☆ ہماری قوم ہمارے ساتھ انصاف کرنے سے انکاری تھی، یہاں تک کہ تیز نیزے اور تیر ہمارے ایمان پر لگتے تھے اور خون رستا تھا۔

☆ ہمارے بہادر اور غیرت مند لوگ ہم سے جدا ہو گئے جب کہ وہ نافرمان، عصیان کرنے والے اور ظالم تھے۔

یحییٰ ابن حکم (مروان ابن حکم کا بھائی) نے کہا جو یزید کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا:

☆ جو عظیم لشکر وادی طف (کربلا) کے کنارے تھا ہم بنی امیہ سے قریبی رشتہ داری رکھتا تھا اس ابن زیاد کی نسبت جس کا نسب پست ہے۔

☆ اس سمیہ (ابن زیاد کی ماں) کی نسل زمین میں موجود پتھروں کے مانند بڑھ گئی جب کہ مصطفیٰ کی نسل سے کوئی نہیں بچا۔

یزید نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور کہا: خاموش ہو جا! تیری ماں مر جائے۔

جب زینب نے اپنے بھائی کے سر کو دیکھا تو اپنا گریبان چاک کر دیا۔

پھر ایک ایسی دردناک اور غمگین آواز سے فریاد کرنے لگی جس سے حاضرین کے دل زخمی ہو گئے:

اے حسین! اے رسول خدا کے پیارے! اے مکہ و منیٰ کے بیٹے! اے عورتوں کی سردار فاطمہ کے بیٹے!

☆ اے کاش! میں مر جاتی اور تیرے ساتھ آتی اور یہ منظر نہ دیکھتی کہ تیری داڑھی خون سے خضاب ہوئی ہے۔

☆ اور یہ نہ دیکھتی کہ کفار تیرے دانتوں پر ضرب لگا رہے ہیں، اے یتیموں کی پناہ گاہ! اے کاش! ہم تجھے نہ کھو چکے ہوتے۔

☆ یہ سختی کسی پر نہیں پڑی اور کسی نے نہیں دیکھا، دشمن بھی اس کے زخم اور شفا کو دیکھ رہے ہیں۔

☆ رسول کے سر اور لبوں پر یزید کا عصا کھیل رہا ہے اور امیر المومنین کو برا بھلا کہا جا رہا ہے۔

اس کے بعد یزید نے کچھ اشعار پڑھے:

کاش میرے وہ بزرگان ہوتے جو بدر میں مارے گئے ہیں تو خزرج کی فریاد سنتے تلوار کے وار کی وجہ سے۔

وہ خوش ہوتے اور کہتے: اے یزید شاباش تیرے ہاتھ شل نہ ہوں...! ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا اور ہم نے اس قوم کے سرداروں کو قتل کر دیا پس ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا اور معاملہ برابر ہو گیا۔

اگر میں آل احمدؐ سے ان کے کئے کا بدلہ نہ لوں تو میں خندف کی اولاد نہیں ہوں۔

بنی ہاشم نے حکومت کے لئے کھیل کھیلا، نہ کوئی خبر آئی اور نہ کوئی وحی اتری۔

جب وہ اشعار پڑھ رہا تھا تو زینبؑ بنت علیؑ کے سوا کسی کی آواز بلند نہیں ہوئی جو یزید ابن معاویہ کو جواب دے۔ صرف زینب کی آواز یزید کے کانوں میں آئی۔

پس آپ کھڑی ہو گئیں اور کہا:

سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو کائنات کا پروردگار ہے اور خدا کی رحمتیں نازل ہوں پیغمبر خداؐ پر اور ان کی پاکیزہ عترت واہل بیتؑ پر۔

پروردگار عالم نے سچ فرمایا ہے کہ: اس کے بعد برائی کرنے والوں کا انجام برا ہوا کہ انہوں نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلا دیا اور برابر ان کا مذاق اڑاتے رہے۔ (سورہ روم آیت ۱۰)

اے یزید! کیا تو نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ زمین اور آسمان کو ہم پر تنگ کر دے

گا اور ہمیں کنیزوں کی طرح اسیر کرلے گا اور تو ہمیں خدا کے نزدیک ذلیل کر کے خود خدا کے نزدیک صاحب عزت بن جائے گے؟ کیا تیرے خیال میں ہم مظلوم ہو کر ذلیل ہو گئے اور تو ظالم بن کر سر بلند ہوا ہے؟ کیا تو سمجھتا ہے کہ ہم پر ظلم کر کے خدا کی بارگاہ میں تجھے شان و مقام حاصل ہو گیا ہے؟ آج تو اپنی ظاہری فتح کی خوشی میں سرمست ہے، مسرت و شادمانی سے سرشار ہو کر اپنے غالب ہونے پر اترا رہا ہے۔ اور خلافت کے ہمارے مسلمہ حقوق کو غصب کر کے خوشی و سرور کا جشن منانے میں مشغول ہے۔

اے یزید! ذرا ٹھہر تو سہی...! کیا تو نے خدا کا یہ فرمان بھلا دیا ہے کہ "حق کا انکار کرنے والے یہ خیال نہ کریں کہ ہم نے انہیں جو مہلت دی ہے وہ ان کے لئے بہتر ہے، بلکہ ہم نے انہیں اس لیے ڈھیل دے رکھی ہے کہ جی بھر کر اپنے گناہوں میں اضافہ کرلیں اور ان کے لئے خوفناک عذاب معین کیا جا چکا ہے۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۸۷)

اے آزاد کردہ غلاموں کے بیٹے! کیا یہ تیرا انصاف ہے کہ تو نے اپنی مستورات اور لونڈیوں کو چادر اور چار دیواری کا تحفظ فراہم کر کے پردے میں بٹھا رکھا ہے جبکہ رسول زادیوں کو سر برہنہ در بدر پھرا رہا ہے۔ تو نے مخدرات عصمت کی چادریں لوٹ لیں اور ان کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا۔ تیرے حکم پر اشقیاء نے رسول زادیوں کو بے نقاب کر کے شہر بہ شہر پھرایا۔ تیرے حکم پر دشمنان خدا، اہل بیت رسول کی پاک دامن مستورات کو ننگے سر لوگوں کے ہجوم میں لے آئے۔ اور لوگ رسول زادیوں کے کھلے سر دیکھ کر ان کا مذاق اڑا رہے ہیں اور دور و نزدیک کے رہنے والے سب لوگ ان کی طرف نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے ہیں۔ ہر شریف و کمینے کی نگاہیں ان پاک بی بیوں

کے ننگے سروں پر جمی ہیں۔ آج رسول زادیوں کے ساتھ ہمدردی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ آج ان قیدی مستورات کے ساتھ ان کے مرد موجود نہیں ہیں جو اِن کی سرپرستی کریں۔ آج آلِ محمدؐ کا معین و مددگار کوئی نہیں ہے۔

اُس شخص سے بھلائی کی کیا توقع ہو سکتی ہے جس کی ماں (یزید کی دادی) نے پاکیزہ لوگوں کے جگر کو چبایا ہو۔ اور اس شخص سے انصاف کی کیا امید ہو سکتی ہے جس نے شہیدوں کا خون پی رکھا ہو۔ وہ شخص کس طرح ہم اہل بیت پر مظالم ڈھانے میں کمی کر سکتا ہے جو بغض و عداوت اور کینے سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ ہمیں دیکھتا ہے۔

اے یزید! کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ تو اتنے بڑے جرم کا ارتکاب کرنے اور اتنے بڑے گناہ کو انجام دینے کے باوجود فخر و مباہات کرتا ہوا یہ کہہ رہا ہے کہ: آج اگر میرے اجداد موجود ہوتے تو ان کے دل باغ باغ ہو جاتے اور مجھے دعائیں دیتے ہوئے کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔

اے یزید! کیا تجھے حیا نہیں آتی کہ تو جوانانِ جنت کے سردار حسین ابن علی کے دندان مبارک پر چھڑی مار کر ان کی بے ادبی کر رہا ہے۔

اے یزید! تو کیوں خوش نہ ہو اور فخر و مباہات کے قصیدے کیوں نہ پڑھے کیونکہ تو نے اپنے ظلم و استبداد کے ذریعے فرزند رسول خدا اور عبدالمطلب کے خاندانی ستاروں کا خون بہا کر ہمارے دلوں کے زخموں کو گہرا کر دیا ہے۔ آج تو آلِ رسول کو قتل کر کے اپنے بدنہاد اسلاف کو پکار کر انہیں اپنی فتح کے خبر دینے میں مصروف ہے۔

عنقریب تو بھی اپنے ان بزرگوں کے ساتھ جا ملے گا اور اس وقت اپنی گفتار و

کردار پر پشیمان ہو کر یہ آرزو کرے گا کہ کاش میرے ہاتھ شل ہو جاتے اور میری زبان بولنے سے عاجز ہوتی اور میں نے جو کچھ کیا اور کہا اس سے باز رہتا۔

اے ہمارے پروردگار! تو ہمارا حق ان ظالموں سے ہمیں دلا دے اور تو ہمارے حق کا بدلہ ان سے لے، ان ستمگروں سے ہمارا انتقام لے اور تو ہی ان پر اپنا غضب نازل فرما جنہوں نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے مددگاروں کو تہہ تیغ کر دیا۔

خدا کی قسم! تو نے کسی کی نہیں بلکہ اپنی ہی کھال چاک کی ہے۔ اور تو نے کسی کا نہیں بلکہ اپنا ہی گوشت کاٹا ہے۔ تو رسولِ خدا کے سامنے ایک مجرم کی صورت میں لایا جائے گا اور تجھ سے تیرے اس گھناؤنے جرم کی باز پرس ہو گی کہ تو نے اولادِ رسول کا خونِ ناحق کیوں بہایا اور رسول زادیوں کو کیوں در بدر پھرایا۔ نیز رسول کے جگر پاروں کے ساتھ ظلم کیوں روا رکھا۔ خدا، آلِ رسول کا تجھ سے انتقام لے کر ان مظلوموں کا حق انہیں دلائے گا۔ اور انہیں امن وسکون کی نعمت سے مالا مال کر دے گا۔ تم گمان نہ کرو کہ جو لوگ راہِ خدا میں مارے گئے وہ مر چکے ہیں بلکہ وہ ہمیشہ کی زندگی پا گئے اور بارگاہِ الٰہی سے رزق پا رہے ہیں۔

تو نے جو ظلم آلِ محمد پر ڈھائے ہیں اس پر اللہ فیصلہ کرنے والا ہو گا اور رسول خدا، عدالتِ الٰہی میں تیرے خلاف شکایت کریں گے اور جبرئیل امین گواہی دیں گے۔

عنقریب وہ لوگ بھی اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے جنہوں نے تیرے لیے ظلم کی بنیادیں مضبوط کیں اور تیری سلطنت کی بساط بچھا کر تجھے اہل اسلام پر مسلط کر دیا۔ ان لوگوں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ ستمگروں کا انجام برا ہوتا ہے اور کس کے ساتھی

اور لشکر والے ناتوانی کا شکار ہیں۔

یہ گردش ایام اور حوادث روزگار کا اثر ہے کہ مجھے تجھ ایسے برے انسان سے ہمکلام ہونا پڑا ہے اور میں تجھ ایسے ظالم و ستمگر سے گفتگو کر رہی ہوں۔ میری نظر میں تو ایک نہایت گھٹیا شخص ہے، اور تیری ملامت بہت بڑی ہے، لیکن کیا کروں آج ہماری آنکھیں اشکبار ہیں اور سینوں میں آتش غم کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔

افسوس کہ شیطان کے گروہ نے جو آزاد کردہ ہیں رحمٰن کے سپاہیوں اور پاکباز لوگوں کو تہہ تیغ کر ڈالا ہے۔

اور ابھی تک اس شیطانی ٹولے کے ہاتھوں سے ہمارے پاک خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ ان کے ناپاک دہن ہمارا گوشت چبانے میں مصروف ہیں۔

اور صحرا کے بھیڑیئے ان پاکباز شہیدوں کی مظلوم لاشوں کے اردگرد گھوم رہے ہیں اور جنگل کے نجس درندے ان پاکیزہ جسموں کی بے حرمتی کر رہے ہیں۔ اگر آج تو ہماری مظلومیت کو اپنے دل کی تسکین کا باعث سمجھ رہا ہے تو یاد رکھ کہ جب قیامت کے دن اپنی بدکرداری کی سزا پائے گا تو اس کا برداشت کرنا تیرے بس سے باہر ہوگا۔ خدا عادل ہے اور وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

ہم اپنی مظلومیت اپنے خدا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ہر حال میں اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔

تو جتنا چاہے مکر و فریب کر لے اور بھرپور کوشش کر کے دیکھ لے مگر تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تو نہ ہماری یاد لوگوں کے دلوں سے مٹا سکتا ہے اور نہ ہی وحی الٰہی کے

پاکیزہ آثار مٹا سکتا ہے۔تو یہ خیال خام اپنے دل سے نکال دے کہ ہماری شان و منزلت کو پا لے گا۔اورتو یہ بدنما داغ اپنے دامن سے نہیں دھو پائے گا۔ تیرا نظریہ نہایت کمزور ہے، تیری حکومت میں گنتی کے چند دن باقی ہیں اور تیری جمعیت جلد متفرق ہونے والی ہے۔

جس دن منادی ندا دے گا کہ ظالم و ستمگر لوگوں پر خدا کی لعنت ہے۔

ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمارے خاندان کے پہلے فرد حضرت محمد کو سعادت و مغفرت سے بہرہ مند فرمایا اور ہمارے آخر (امام حسین) کو شہادت و رحمت کی نعمتوں سے نوازا۔ہم بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے شہیدوں کے ثواب و اجر میں اضافہ و تکمیل فرمائے اور ہمیں اپنی عنایتوں سے نوازے، بے شک خدا ہی رحم کرنے والا اور مہربان ہے۔اور ہمیں اللہ کی ذات پر بھروسہ ہے کیونکہ اس سے بہتر کوئی سہارا نہیں ہے۔

یزید نے کہا:

کبھی نالہ و فریاد کرنے والیوں کا نالہ و فریاد پسندیدہ ہوتا ہے اور موت ان کے لئے آسان اور سہل ہے۔

۞۞۞

ایک عیسائی (جو روم کا سفیر تھا) یزید کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا: ہمارے جزائر میں سے ایک میں حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کا ''سم'' موجود ہے اور ہم سالانہ مختلف مقامات سے اس کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔اور نذر کے عنوان سے

ہدیہ دیتے ہیں اور ہم اس کی تعظیم و احترام کو برقرار رکھتے ہیں جس طرح تم لوگ اپنی کتابوں کا احترام کرتے ہو۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ تم باطل پر ہو۔

یزید کو اس عیسائی کی بات پر غصہ آ گیا اور اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ عیسائی کھڑا ہوا اور امام حسینؑ کے سر اقدس کی طرف گیا، سر کو بوسہ دیا اور اس نے اپنی زبان پر کلمہ شہادتین جاری کئے اور اسے قتل کیا گیا۔

اس کے بعد یزید نے امام حسینؑ کے سر کو اپنے دربار سے باہر بھیجا اور تین دن تک اپنے قصر پر آویزاں کیا۔

جب عمرو کی بیٹی اور یزید کی بیوی ہند نے یہ خبر سنی تو اپنے سر سے حجاب اتار پھینکا اور ننگے پاؤں پردے سے نکل کر یزید کے دربار میں آ گئی اور کہنے لگی:

اے یزید! کیا تو نے بنت رسول کے بیٹے کے سر کو ہمارے گھر کے دروازے پر آویزاں کر دیا ہے؟

یزید کھڑا ہوا اور اس کے سر کو ڈھانپنے کے بعد بولا: اے ہند! ان پر گریہ کرو کیونکہ ان پر تمام بنی ہاشم گریہ کر رہے ہیں۔ ابن زیاد نے ان کے قتل میں جلدی کر دی۔

اس کے بعد یزید ابن معاویہ مسجد میں آیا اور خطیب کو حکم دیا کہ منبر پر جا کر علی ابن الحسین کی موجودگی میں علی اور حسین کے خلاف بدگوئی کرے جبکہ خطیب نے ایسا ہی کیا۔

علی ابن الحسین نے بلند آواز سے فرمایا: اے خطیب تجھ پر وائے ہو، افسوس کہ تو نے بندے کی خوشی کے لئے اپنے خدا کی نافرمانی کی، اب تو آتش جہنم میں جانے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کر۔

اس کے بعد علی ابن الحسین نے یزید سے کہا: مجھے اجازت دو کہ ان لکڑیوں پر جا کر کچھ کلمات ادا کروں جن میں خدا کی خوشنودی ہو اور حاضرین ان کے سننے سے اجر وثواب کے مستحق قرار پائیں۔

یزید راضی نہیں ہوا لیکن لوگوں نے اصرار کیا کہ اسے اجازت دے دیں کہ منبر پر جائے تا کہ اس سے کچھ سن لیں۔

یزید نے کہا: اگر یہ منبر پر گیا تو اس وقت تک نیچے نہیں اترے گا جب تک مجھے اور خاندان ابوسفیان کو رسوا نہ کر لے۔

حاضرین نے کہا: یہ جوان کیا کر سکتا ہے؟

یزید نے کہا: یہ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا ہے جن میں بچے بچپن میں ہی علم کو دودھ کے ساتھ چکھتے ہیں۔

لوگوں کے اصرار پر یزید نے اجازت دے دی اور امامؑ منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد رسول خدا پر درود وسلام بھیجا اور ایک ایسا خطبہ ارشاد فرمایا جس سے آنکھیں اشکبار اور دل مضطرب ہو گئے۔

آپؑ نے فرمایا: لوگو! میں تمہیں دنیا اور اس کی موجودات سے خبردار کرتا ہوں، کیونکہ دنیا زوال اور انتقال کا گھر ہے جو اپنے رہنے والوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیتا ہے۔

گزشتہ صدیاں اور امتیں جن کی عمریں اور ان کے آثار تم سے زیادہ تھے وہ سب فنا ہو گئے، زمانے کے ہاتھوں نے انہیں ختم کر دیا، اور سانپوں اور کیڑے مکوڑوں نے انہیں گھیر لیا اور دنیا نے انہیں فنا کر دیا گویا کہ وہ اس دنیا کے رہنے والے ہی نہیں

تھے۔مٹی ان کا گوشت کھا گئی اور ان کی خوبصورتی کو زائل کر دیا اور ان کی ہڈیوں اور گوشت کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا، ان کے رنگ تبدیل کر کے رکھ دیئے اور زمانے کے ہاتھوں وہ ہلاک ہو گئے۔

کیا تم چاہتے ہو کہ ان کے بعد اس دنیا میں باقی رہو؟

افسوس! افسوس! ان سے ملحق ہونے کے علاوہ تمہارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے، اپنی باقی ماندہ عمر کو اعمال صالح انجام دینے میں گزارو۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں وحشت زدہ اور تمہارے نہ چاہنے کے باوجود تمہیں اپنے قصروں سے قبروں کی طرف منتقل کیا جا رہا ہے۔ خدا کی قسم! کتنے ایسے مجروح ہیں جن پر ان کی حسرتوں نے غلبہ کیا ہوا ہے اور جب وہ ندامت اور پشیمانی کا اظہار کرنا چاہیں گے تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور کیونکہ وہ ظالموں میں سے تھے اس لئے کوئی ان کی مدد کو بھی نہیں آئے گا۔

جو انہوں نے گزشتہ زمانے میں پیچھے چھوڑا تھا اسے توشہ راہ کے طور پر پالیا ہے اور اپنے انجام دیئے ہوئے اعمال کو انہوں نے اپنے سامنے حاضر پایا ہے اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

تم سے پہلے دنیا سے گزر جانے والے اپنی بلا کی منزلوں میں خاموش بیٹھے ہیں اور مرنے والوں کے لشکر میں بے حس و حرکت، قیامت کے صور اور اس کے واقع ہونے کے انتظار میں ہیں، تاکہ جنہوں نے برے اعمال انجام دیئے ہیں انہیں ان کی سزا ملے اور جنہوں نے نیک اعمال انجام دیئے ہیں انہیں نیکیوں کے بدلے انعامات سے نوازا جائے۔

اے لوگو! خداوند متعال نے ہم خاندان رسالت کو چھ امتیازات سے نوازا ہے اور سات فضیلتوں سے ہمیں دوسروں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ ہمارے چھ امتیازات یہ ہیں:

۱۔علم۔

2۔حلم۔

3۔بخشش اور سخاوت

4۔فصاحت۔

5۔شجاعت۔

6۔مؤمنین کے دل میں ڈالی گئی ہماری محبت۔

ہماری سات فضیلتیں یہ ہیں:

1۔خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضرت محمدؐ ہم میں سے ہیں۔

2۔صدیق (امیرالمؤمنین علیؑ) ہم میں سے ہیں۔

3۔جعفر طیار ہم میں سے ہیں۔

4۔شیر خدا اور شیر رسول خدا حضرت حمزہ سیدالشہدا ہم میں سے ہیں۔

5۔تمام خواتین کی سردار (فاطمہ زہراؑ) ہم میں سے ہیں اور

6۔اس امت کے دو سبط حسنؑ و حسینؑ ہم میں سے ہیں۔

7۔اس امت کے مہدی ہم میں سے ہیں۔

لوگو! جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا تو میں اپنے حسب ونسب سے اسے آگاہ کئے دیتا ہوں۔

لوگو! میں مکہ و منیٰ کا بیٹا ہوں، میں زمزم وصفا کا بیٹا ہوں۔

میں اس بزرگ کا بیٹا ہوں جس نے حجر اسود کو اپنی عبا کے دامن سے اٹھا کر اپنے مقام پر نصب کیا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس نے بہترین ردا اور تہبند باندھا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس نے بہترین جوتے پہنے اور جو پابرہنہ چلا۔

میں اس عظیم ہستی کا بیٹا ہوں جس نے طواف کیا اور سعی بجالایا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جو بہترین حج کرنے والا اور بہترین لبیک کہنے والا ہے۔

میں اس بزرگ کا بیٹا ہوں جو براق پر سوار ہوا۔

میں ان کا بیٹا ہوں جنہیں (معراج کی شب) مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ کی طرف سیر کرائی گئی۔

میں اس ہستی کا بیٹا ہوں جسے جبرئیل نے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا۔

میں ان کا بیٹا ہوں جو (اللہ سے) زیادہ قریب ہوئے تو دو کمان یا اس سے کم تر کے فاصلے پر تھے۔

میں ان کا بیٹا جنہوں نے آسمان کے فرشتوں کے ہمراہ دو مرتبہ نماز ادا کی۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کی طرف اللہ نے وحی بھیجی جو بھیجنی تھی۔

میں محمد مصطفیٰ ؐ کا بیٹا ہوں۔

میں علی مرتضیٰ ؑ کا بیٹا ہوں۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس نے مشرکین اور اللہ کے نافرمانوں کی ناک خاک پر رگڑ ڈالی یہاں تک کہ کفار ومشرکین نے کلمہ توحید (لا الہ الا اللہ) کا اقرار کیا۔

میں اس عظیم مجاہد کا بیٹا ہوں جس نے رسول خداؐ کے رکاب میں دو تلواروں اور دو نیزوں سے جہاد کیا اور دو بار ہجرت کی اور دو بار رسول اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور بدر و حنین میں کفار کے خلاف جہاد کیا اور لمحہ بھر کفر نہیں برتا۔

میں اس پیشوا کا بیٹا ہوں جو مؤمنین میں سب سے زیادہ نیک و صالح، انبیاؑ کے وارث، ملحدین کا قلع قمع کرنے والے، مسلمانوں کے امیر، مجاہدوں کے روشن چراغ، خوفِ خدا سے گریہ و بکاء کرنے والوں کے تاج، عبادت کرنے والوں کی زینت، سب سے زیادہ صبر و استقامت کرنے والے اور آل یاسین وطٰہٰ (یعنی آل محمد) میں سب زیادہ قیام و عبادت کرنے والے ہیں۔

میرے ان کا بیٹا ہوں جن کو جبرئیل کی تائید و حمایت اور میکائیل کی مدد و نصرت حاصل رہی۔

میں مسلمانوں کی ناموس کے محافظ و پاسدار کا بیٹا ہوں، وہی جو مارقین (جنگ نہروان میں دین سے خارج ہونے والے خوارج)، ناکثین (بیعت شکن اہل جمل) اور قاسطین (صفین میں امیر المؤمنینؑ کے خلاف صف آرا ہونے والے اہل ستم) کو ہلاک کرنے والے ہیں، جنہوں نے اپنے غاصب دشمنوں کے خلاف جہاد کیا۔ میں پورے قریش میں سب سے افضل اور برتر شخصیت کا بیٹا ہوں، جنہوں نے خدا اور رسولؐ کی دعوت پر لبیک کہا مومنین میں سب سے پہلے اور سابقین میں سب سے اول، متجاوزین اور جارحین کی کمر توڑ کر رکھنے والے اور مشرکین کو نیست و نابود کرنے والے تھے۔ میں اس شخصیت کا فرزند ہوں جو منافقین کے لئے اللہ کے پھینکے ہوئے تیر کی

مانند، عبادت گزاروں کی حکمت کی زبان، دین خدا کے حامی و ناصر، اللہ کے ولی امر، حکمت الٰہیہ کا بوستان اور علوم الٰہیہ کے حامل تھے۔

وہ جوانمرد، سخی، حسین چہرے کے مالک، تمام نیکیوں اور اچھائیوں کے جامع، سید و سرور، پاک و طاہر، بزرگوار، ابطحی، اللہ کی مشیت پر بہت زیادہ راضی، دشواریوں میں پیش قدم والے، ہمت اور ارادہ کر کے ہدف کو بہر صورت حاصل کرنے والے، ہمیشہ روزہ رکھنے والے، ہر آلودگی سے پاک اور بہت زیادہ نماز گزار تھے۔ انہوں نے دشمنان اسلام کی کمر توڑ دی اور کفر کی جماعتوں کا شیرازہ بکھیر دیا۔

سب سے زیادہ صاحب جرأت، سب سے زیادہ صاحب قوت و شجاعت و ہیبت، کفار کے مقابلے میں خلل ناپذیر، شیر دلاور، جب جنگ کے دوران نیزے آپس میں ٹکراتے اور جب فریقین کی اگلیں صفیں قریب ہو جاتی تھیں تو وہ کفار کو چکی کی مانند پیس دیتے تھے اور آندھی کی مانند منتشر کر دیتے تھے۔

اور وہ حجاز کے شیر اور عراق کے سید و آقا ہیں، جو مکی و مدنی و خیفی و عقبی، بدری و احدی اور مہاجری ہیں اور وہ عرب میں سید و سردار ہیں، میدان جنگ کے شیر دلاور اور دو مشعروں کے وارث، اور (اس امت کے دو) سبطین حسنؑ و حسینؑ کے باپ ہیں۔ ہاں! یہ میرے دادا علی ابن ابی طالب ہیں۔

میں فاطمہ زہراؑ کا بیٹا ہوں۔

میں عالمین کی تمام خواتین کی سردار کا بیٹا ہوں۔

میں خدیجۃ الکبریٰ کا بیٹا ہوں۔

میں اس کا بیٹا ہوں جسے ظلم کے ساتھ شہید کیا گیا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر گردن کے پیچھے سے کاٹا گیا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جسے پیاسا شہید کیا گیا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جو اپنے خون میں غلطاں تھا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کا عمامہ اور ردا چوری کی گئی۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس پر آسمان کے ملائکہ نے گریہ کیا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس پر زمین میں جنوں نے اور ہوا میں پرندوں نے گریہ کیا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر نوک نیزہ پر بلند کیا گیا اور (شہر بہ شہر) پھرایا گیا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کے اہل حرم کو عراق سے شام اسیر کر کے لایا گیا۔

پس امام نے اپنا تعارف کراتے ہوئے اس قدر ''انا'' ''انا'' فرمایا کہ حاضرین دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور یزید شدید خوف و ہراس کا شکار ہوا کہ کہیں لوگ اس کے خلاف بغاوت نہ کر دیں پس اس نے مؤذن کو حکم دیا کہ اذان دینا شروع کر دے اور اس طرح اس نے امامؑ کا کلام قطع کر دیا۔

جب موذن نے کہا: اللہ اکبر

تو علی ابن الحسین نے فرمایا: اللہ سے بڑا کوئی نہیں ہے (ایسے کی بڑائی بیان کی ہے جس کا کسی سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا)

جب موذن نے کہا: اشہد ان لا الہ الا اللہ

تو علی ابن الحسین نے فرمایا: میرے بال، جلد، ہڈی، گوشت اور خون سب پروردگار عالم کی گواہی دیتے ہیں۔

جب موذن نے کہا: اشھدان محمداًرسول اللہ۔

امام نے منبر سے یزید کی طرف رخ کیا اور فرمایا: اے یزید! یہ محمد تیرے نانا ہیں یا میرے؟

اگر تو کہے گا کہ تیرا نانا ہے تو تو جھوٹا ہے اور کافر ہو گیا اور اگر تو جانتا ہے کہ وہ میرے نانا ہیں تو اُن کی عترت کو کیوں قتل کیا؟

امام زین العابدینؑ منبر سے نیچے تشریف لائے اور لوگ مسجد سے باہر نکل آئے اور امام زین العابدینؑ کے گرد جمع ہو گئے۔

منہال کہتا ہے: میں امامؑ کے پاس آیا، سلام کیا اور ان سے کہا: میرے آقا! اے فرزند رسول! آپ کا کیا حال ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ہم بنی اسرائیل کی طرح فرعونیوں کے درمیان رہے جو ان کے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور خواتین کو زندہ رکھتے تھے۔

عرب، عجم پر فخر ومباہات کرتے تھے کہ محمد عربوں میں سے ہے۔

اور قریش سارے عرب پر فخر کرتے تھے کہ محمد ہم میں سے ہے۔

لیکن ہم اہل بیت محمد کو قتل کیا گیا، اپنے وطن سے نکال دیا گیا اور پراکندہ کر دیا گیا۔ پس انا للہ وانا الیہ راجعون۔

منہال کہتا ہے: اسی دوران جب آپؑ مجھ سے بات کر رہے تھے، ایک

خاتون پیچھے سے آئیں اور کہنے لگیں: آپ کہاں جا رہے ہیں اے بہترین جانشین۔ اس وقت آپؑ مجھے چھوڑ کر اس خاتون سے ساتھ چلے گئے۔

میں نے اس خاتون کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ: یہ ان کی پھوپھی زینب ہیں۔

(کچھ عرصے بعد) جب یزید کو خوف محسوس ہوا اور وہ ڈر گیا کہ کہیں کوئی فتنہ یا انقلاب برپا نہ ہو جائے، تو امام زین العابدینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کو شام سے ان کے اپنے وطن اور مستقر کی طرف جلدی سے روانہ کر دیا اور انہوں نے جس چیز کا مطالبہ کیا وہ ان کے اختیار میں رکھ دیا۔

اور حکم دیا کہ نعمان ابن بشیر اور ایک گروہ انہیں مدینہ تک پہنچا دیں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

جب امام زین العابدینؑ کو علم ہوا کہ یزید نے مدینہ واپس بھیجنے کی موافقت کی ہے تو امامؑ نے یزید سے مطالبہ کیا کہ شہداء کے سارے سر ان کے حوالے کئے جائیں تا کہ ان سروں کو ان کے اپنے اپنے مقام و محل پر دفن کر دیا جائے۔

یزید نے اپنی خواہش کے برخلاف امام حسینؑ کا سر ان کے اہل بیت اور اصحاب کے سروں کے ساتھ امام زین العابدینؑ کے حوالے کیا اور انہوں نے ان سروں کو ان کے مبارک بدنوں کے ساتھ ملحق کر دیا۔

راوی کہتا ہے: جب انہوں نے شام سے مدینے کی طرف سفر کا آغاز کیا تو عراق کے راستے سے گئے۔ جب وہ کربلا کے نزدیک پہنچے تو قافلے کے راہنما سے کہا:

ہمیں کربلا کے راستے سے لے چلو۔

جب قتل گاہ پہنچے تو جابر ابن عبداللہ انصاری اور بنی اسد کے کچھ لوگوں کو وہاں پایا جو امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔سب اس سرزمین پر جمع ہو گئے اور گریہ وزاری کرتے ہوئے، منہ پر طمانچے مارتے ہوئے ایک دوسرے سے ملے۔اور مجلس عزاء برپا کی۔کربلا کے قرب وجوار کے لوگ بھی ان کے ساتھ جمع ہو گئے اور چند دن اسی عالم میں گزر گئے۔

عطیہ عوفی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں جابر ابن عبداللہ انصاری کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کے لئے اپنے وطن سے باہر نکلا۔تو جب ہم کربلا پہنچے تو جابر نے دریائے فرات پر غسل کیا۔ایک کپڑا انہوں نے تہہ بند کے طور پر باندھا اور دوسرا کپڑا کندھے پر ڈالا۔پھر ایک پوٹلی نکالی جس میں سعد (معطر گھاس) تھی اور اسے اپنے بدن پر بکھیر لیا۔

اور قبر کی طرف ننگے پاؤں چلنے لگے، ہر قدم پر ذکر الٰہی کر رہے تھے، یہاں تک کہ قبر کے نزدیک پہنچے۔اور کہا: میرا ہاتھ قبر پر رکھ دو۔

عطیہ کہتا ہے: میں نے ایسا ہی کیا۔جابر بے ہوش ہو کر قبر پر گر گئے۔میں نے اُن پر تھوڑا سا پانی چھڑکا۔

وہ جب ہوش میں آئے تو تین بار کہا: یاحسین! یاحسین! یاحسین!

اس کے بعد کہا: کیا دوست اپنے دوست کی بات کا جواب نہیں دیتا؟

پھر کہا: آپ کیسے جواب دے سکتے ہیں جبکہ آپ کے گردن کی رگوں کو کاٹا گیا

ہے اور آپ کے سر اور بدن میں جدائی ڈال دی گئی ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ انبیاء میں سب سے بہترین کے فرزند، وصیوں کے سردار کے فرزند، تقویٰ کے حلیف اور ہدایت کے منارے کے فرزند، اصحاب کساء میں پانچویں اور نقیبوں کے سردار کے فرزند اور خواتین کی سردار فاطمہ کے بیٹے ہیں۔

کیسے ممکن ہے کہ آپ ان فضائل کے مالک نہ ہوں؟ جبکہ سید المرسلین نے آپ کی پرورش کی ہے، اور متقین کی آغوش میں آپ نے تربیت پائی ہے، اور ایمان کے پستانوں سے دودھ پیا ہے اور اسلام کے ذریعہ آپ کا دودھ چھڑایا گیا ہے۔

اور زندگی اور موت دونوں میں آپ پاکیزہ تھے، جبکہ مومنین کے دل آپ کے فراق میں غمگین ہیں اور انہیں آپ کے انتخاب پر کسی قسم کا کوئی شک وتردید نہیں ہے۔

پس خدا کا سلام اور خوشنودی ہو آپ کے لئے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اسی راستے پر چلے ہیں جس پر آپ کے بھائی یحییٰ ابن زکریا چلے تھے۔

پھر آپ نے اپنی آنکھوں سے قبر حسینؑ کا طواف کیا اور کہا: سلام ہو آپ سب ارواح پر جنہوں نے اپنے آپ کو حسینؑ پر قربان کر دیا، حسینؑ کے رکاب میں رہے اور اس کے کاروان سے پیوستہ رہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی، زکات ادا کی اور نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور آپ نے ملحدین کے ساتھ جہاد کیا اور اللہ کی عبادت کی یہاں تک کہ اس نے یقین عطا کر دیا۔

اس کی قسم جس نے محمد کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہم بھی آپ کے عمل میں شریک ہیں۔

عطیہ کہتا ہے: میں نے جابر سے عرض کیا: ہم کیسے ان کے عمل میں شریک ہیں جبکہ ہم ان کے ساتھ کسی بیابان سے نہیں گزرے؟ اور ان کے ساتھ کسی پہاڑ پر نہیں چڑھے؟ ہم نے کوئی تلوار نہیں چلائی؟ جبکہ دشمنوں نے ان کے سر بدن سے جدا کر دیئے، ان کی اولاد یتیم اور خواتین بیوہ ہو گئیں۔

جابر نے مجھ سے کہا: میں نے اپنے حبیب رسول خداؐ سے سنا ہے، آپؐ نے فرمایا: جو شخص کسی گروہ سے محبت رکھتا ہے اللہ اسے ان کے ساتھ محشور کرتا ہے اور جو شخص کسی گروہ کے عمل سے محبت رکھتا ہے اللہ اُسے اُن کے عمل میں شریک قرار دیتا ہے۔

اس خدا کی قسم! جس نے محمد کو حق کے ساتھ مبعوث بہ رسالت کیا میں اور میرے ساتھیوں کی نیت وہی ہے جو حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کی تھی۔

عطیہ کہتا ہے: ہم اسی طرح باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں شام کی طرف سے گرد و غبار نظر آیا جو ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔

میں نے کہا: اے جابر! میں شام کی طرف سے گرد و غبار دیکھ رہا ہوں جو ہماری بڑھ رہا ہے۔ جابر نے اپنے غلام کی طرف منہ کر کے کہا: جا کر دیکھو کہ یہ گرد و غبار کیسا ہے؟ اگر عبیداللہ ابن زیاد کے لوگوں میں سے ہوں تو ہماری طرف واپس آ جانا تا کہ ہم کسی جگہ پناہ لے لیں۔ اور اگر میرے مولا و آقا زین العابدینؑ ہیں تو اللہ کی رضا کی خاطر تجھے آزاد کر دوں گا۔

غلام گیا اور جلدی سے ہماری طرف پلٹ کر آیا جبکہ وہ اپنے چہرے پر طمانچے مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

اے جابر! اٹھو، اور حرم خدا اور حرم رسول خدا کا استقبال کرو۔ یہ میرے مولا و آقا علیؑ ابن الحسینؑ ہیں جو اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ ہماری طرف آ رہے ہیں۔ جابر کھڑا ہوا اور ننگے سر ننگے پاؤں امامؑ کی طرف بڑھا اور ان کے نزدیک پہنچا۔

امامؑ نے فرمایا: تم جابر ہو؟

اس نے جواب دیا: جی ہاں، اے فرزند رسول!

امامؑ نے فرمایا: اے جابر! خدا کی قسم! اسی جگہ ہمارے مردوں کو قتل کیا گیا، ہمارے بچوں کے سر کاٹے گئے، ہماری خواتین کو اسیر کیا گیا اور ہمارے خیموں کو آگ لگائی گئی۔

☆ اے جابر! اے میرے چچا! اسی مقام پر دشمن نے حسین اور اس کے خاندان کے سر کاٹے۔

☆ آل عدنان میں سے کوئی نہ بچا، یہاں تک کہ شیر خوار پیاسے بچے کا سر بھی جدا کر دیا۔

اور زینب کبریٰ زبان حال سے یہ کہہ رہی تھیں:

☆ اے لوگو! جو کربلا کی طرف آئے ہو، ہمارے شہداء اور ان کی نشانیوں کی کوئی خبر کیا تمہارے پاس نہیں ہے؟

☆ اس شہید کے جسم اطہر کا کیا حال ہے جو تمہاری زمین پر تین دن پڑا رہا اور کسی نے اس کی زیارت نہیں کی؟

اس کے بعد اپنے بھائی امام حسینؑ کی قبر کے پاس آئیں اور نالہ وفریاد کرنے لگیں۔

☆ میں واپس آ گئی ہوں اور تیرے سر کو بھی اپنے ساتھ لائی ہوں جو اسیری کے دوران میرے لئے سکون کا باعث تھا۔

☆ اٹھ جاؤ میرے عزیز! اے میری حمایت کرنے والی پناہ گاہ۔

اہل بیتؑ تین دن کربلا میں رکے اور تین دن کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب مدینہ کے نزدیک پہنچے تو سواریوں سے اتر آئے۔ امام زین العابدینؑ نے بشر ابن حذلم سے فرمایا: اے بشر! خدا تیرے باپ پر رحمت نازل کرے وہ ایک شاعر تھا، کیا تم بھی شعر کہتے ہو؟

اس نے عرض کیا: یا بن رسول اللہ! جی ہاں! میں بھی شاعری کرتا ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: کچھ اشعار کہتے ہوئے ہم سے پہلے مدینہ میں جا کر حضرت ابا عبداللہ کا مرثیہ پڑھو۔

بشر کہتا ہے: میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے دوڑاتے ہوئے مدینہ میں داخل ہو گیا جیسے ہی مسجد نبوی کے پاس پہنچا میں بلند آواز سے روتے ہوئے کہنے لگا:

يَا اَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ بِهَا قُتِلَ الْحُسَيْنُ فَاَدْمُعِيْ مِدْرَارُ

اَلْجِسْمُ مِنْهُ بِكَرْبَلَاءَ مُضَرَّجٌ وَالرَّأْسُ مِنْهُ عَلَى الْقَنَاةِ يُدَارُ

اے اہل مدینہ! اب مدینہ رہنے کی جگہ نہیں، حسینؑ شہید ہو گئے اسی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہے ان کا پاک بدن میدان کربلا میں خون میں لت پت پڑا رہا اور ان کا مقدس سر نیزہ پر سوار شہروں میں پھرایا گیا۔

پھر میں نے کہا: اے اہل مدینہ! اس وقت علیؑ بن الحسینؑ اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ تمہارے شہر کے نزدیک آ گئے ہیں اور تمہارے شہر کے کنارے سواریوں سے اتر چکے ہیں، میں اُن کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ تمہیں اُن کی جگہ دکھا سکوں۔

بشیر کہتا ہے: مدینے میں کوئی پردہ نشین اور با حجاب خاتون نہیں بچی مگر یہ کہ وہ پردے سے باہر آ گئی جبکہ وہ اپنا چہرہ پیٹ رہی تھی اور واویلاہ کی صدائیں بلند کر رہی تھی۔

اس دن سے پہلے کبھی میں نے ایسا گریہ نہیں دیکھا اور رسول خداؐ کی وفات کے بعد کسی ایسے تلخ دن کی مجھے یاد نہیں ہے۔

میں نے ایک کنیز کو حسینؑ پر نوحہ پڑھتے دیکھا اور وہ اس مضمون کا شعر پڑھ رہی تھی:

☆ قاصد نے آپ کی شہادت کی خبر دی اور دل نے سن لیا، میں کیا کہوں کہ اس مصیبت سے میرے دل پر کیا گزری ہے۔

☆ اے آنکھو! ان کے غم میں آنسو بہانے سے گریز نہ کرنا، آنسو بہاؤ شاہ شہیداں کا غم بپا کر کے۔

☆ فرزند رسول خدا اور وصی (رسول) کے فرزند کی آرامگاہ اگرچہ ہم سے دور ہو گئی لیکن جاودانی ہو گئی۔

اس کے بعد کہا: اے موت کی خبر لانے والے، تو نے ابا عبداللہ کے غم کو ہمارے لئے پھر سے تازہ کر دیا اور جو زخم ابھی مندمل نہیں ہوئے تھے انہیں دوبارہ ہرا

کر دیا، تو کون ہے؟ خدا تجھ پر رحمت نازل کرے۔

میں نے کہا: میں بشر ابن حذلم ہوں، مجھے میرے مولا علیؑ ابن الحسینؑ نے اس سمت بھیجا ہے اور آپؑ خود بھی فلاں مقام پر سواریوں سے اتر چکے ہیں اور حسینؑ کے اہل بیتؑ اور خواتین بھی ان کے ساتھ ہیں۔

بشر کہتا ہے: اہل مدینہ مجھے اُسی جگہ چھوڑ کر خود آگے بڑھ گئے۔ میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی یہاں تک میں امامؑ کے پاس واپس پلٹ آیا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ تمام راستوں اور گلیوں میں بھر چکے ہیں۔

میں گھوڑے سے اتر گیا اور لوگوں کے کاندھوں کے اوپر سے ہوتا ہوا خود کو اس خیمے تک پہنچایا جس میں امامؑ تشریف فرما تھے۔

علیؑ ابن الحسینؑ خیمے کے اندر تھے، اس سے باہر تشریف لائے۔ آپؑ کے ہاتھ میں ایک رومال تھا جس سے آپ اپنے آنسو پونچھ رہے تھے اور ایک خادم آپ کے پیچھے کرسی لئے ہوئے تھا۔ کرسی کو زمین پر رکھا، آپ اس پر بیٹھ گئے اور بے اختیار گریہ کرنے لگے۔

لوگوں کے رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور لوگ ہر طرف سے امامؑ کو تعزیت پیش کرنے اور تسلی دینے لگے۔

زمین کا وہ حصہ گریہ وزاری کی صداؤں سے پُر ہو گیا۔ آپؑ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ خاموش ہو جائیں تو لوگوں کا شور و غل فوراً ختم ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کا پروردگار ہے اور جزا کے دن کا

مالک ہے، جو تمام مخلوقات کا خالق ہے، وہ ایسا خالق ہے جو لوگوں کی عقلوں سے اس قدر بلند ہے کہ اس کی بلندیوں نے بلند آسمانوں کو اپنے حصار میں لے لیا ہے اور اپنی مخلوقات سے اس قدر نزدیک ہے کہ آہستہ ترین آواز کو بھی سنتا ہے۔

ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں ان عظیم امور پر اور زمانے کی مصیبتوں پر اور اس ناگوار درد والم اور زخمی زبانوں کی جلن پر، ان بڑی مصیبتوں پر جو دلسوز بھی ہیں اور غم و اندوہ کی حامل بھی، دشوار بھی ہیں اور خوفناک بھی۔

لوگو! بے شک اللہ نے (تمام تعریفیں ان کے لئے) ہم اہل بیت کا امتحان بڑی بڑی مصیبتوں میں لیا ہے، ہماری مصیبت اسلام کی بہت بڑی مصیبت ہے۔ حضرت ابوعبداللہؑ اور ان کی عترت کو شہید کر دیا گیا، ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر دیا گیا۔ اور ان کے سر کو نوک نیزہ پر شہروں میں پھرایا گیا۔ اور یہ ایسی مصیبت تھی جس کی نظیر نہیں ملتی۔

اے لوگو! تم میں سے کون حسینؑ کے قتل کے بعد خوش رہ سکتا ہے؟

یا کونسا ایسا دل ہے جو ان کے لئے غمگین نہ ہو؟

یا تم میں سے کون ہے جو اپنی آنکھوں کے آنسو قید کر لے اور انہیں بہنے سے روک دے۔

ان کی شہادت پر ساتوں آسمان روئے۔

دریا نے اپنی موجوں سے۔

آسمان اپنے ارکان کے ساتھ۔

زمین اپنی گہرائیوں کے ساتھ۔

درختوں نے اپنی شاخوں سے۔

اور مچھلیوں نے سمندر کی موجوں میں۔

اور ملائکہ مقربین نے۔

اور تمام اہل آسمان نے ان پر گریہ کیا۔

اے لوگو! ہم نے اس حالت میں رات گزاری کہ اپنے شہر سے دور، بیابانوں میں اور اپنے وطن سے دور تھے گویا ہم ترک یا کابُل والوں کی اولاد تھے۔

کوئی جرم کئے بغیر، یا کسی برے عمل کا ارتکاب کئے بغیر، یا اسلام میں کوئی رخنہ ڈالے بغیر، ایسا سلوک ہم نے اپنے اباءواجداد سے آج تک نہیں سنا تھا۔ یہ سلوک بدعت کے سوا کچھ نہ تھا۔

خدا کی قسم! اگر رسول خداؐ ان دشمنوں سے بجائے ہماری محبت اور حمایت کرنے کے قتل کرنے کو کہہ جاتے تو یہ لوگ اس سے زیادہ ظلم ہم پر نہ کر سکتے جو اب انہوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔

پس انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیسی دردناک اور اذیت ناک مصیبت تھی جو تلخ اور جگر جلا دینے والی تھی۔ ہم اللہ کے حضور اُن مظالم کا حساب لیں گے جو ہم پر ڈھائے گئے ہیں کیونکہ وہی صاحب عزت اور انتقام لینے والا ہے۔

اس کے بعد زین العابدینؑ مدینہ میں داخل ہوئے۔ آپؑ نے مدینے کو وحشت زدہ اور گریہ و بکا کی حالت میں دیکھا۔ ایک ایسے شہر کو دیکھا جس کے

باشندے موجود نہیں اور شہران کے لئے گریہ کر رہا ہے اور اپنے بسنے والوں کو آوازیں دے رہا ہے۔

اور رسول کی بیٹیاں ابوعبداللہ الحسینؑ کے گھر آ گئیں۔

☆ انہوں نے آواز لگائی: ہائے گھر والوں کے کھو دینے پر، خدا کی قسم! ان کا گھر کس قدر غمگین ہے۔

☆ اس عالم میں تھیں کہ دروازے کے پیچھے سے آواز آئی: میں عباس کی ماں ہوں اور تمہارے پاس آئی ہوں۔

☆ زینب نے گریہ کیا اور کہا: کھڑی ہو جاؤ اور انہیں خوش آمدید کہو، اور میرے ساتھ مل کر ان کی مدد کرو۔

☆ یہ ام البنین ہیں جو چار جوانمردوں کو جنگ میں کھو چکی ہیں۔

علیؑ کی بیٹی ام کلثومؑ نے نالہ فریاد کرتے ہوئے کہا:

اے نانا کے مدینے! ہم تجھ میں آنے کے قابل نہیں رہے، ہم بڑی حسرتوں اور مصیبتوں کے ساتھ آ رہے ہیں۔ جب ہم تجھ سے نکلے تھے بھرا کنبہ ہمارے ساتھ تھا لیکن اب اس طرح واپس آ رہے ہیں کہ نہ مرد ہمارے ساتھ ہیں نہ بچے۔